

اکابر کی زہدانہ زندگی

مؤلف

سید حبیب اللہ مردانی

پیش لفظ

عبداللہ القیوم حقانی

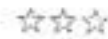
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
رشید وقت حضرت گنگوہی
شیخ الاسلام حضرت مدنی
شیخ انیسر مولانا احمد علی لاہوری
مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری
حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری
حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی
بابا ملت غلام غوث ہزاروی
قائد ملت مفتی محمود
حضرت مولانا عبدالحق کستوٹی
پیر طریقت ملا خان گل
استاد اکل حافظ سفر بڑکوی
اور ان جیسے
عظیم مفکرین کی زہدانہ
زندگی کے چند حسین
لمحات کا تذکرہ۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوسریرہ
خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان



انتساب

میں اپنی اس حقیر علمی، روحانی اور واقعاتی کاوش کو
۱۔ اپنے مادر علمی جامعہ ابو ہریرہ اور اپنے تمام اساتذہ کرام
بالخصوص مشہور سکالر و مفتی مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم
العالی اور
۲۔ اپنے روحانی مربی قاری عبدالغفور صاحب وزیرستانی
مدظلہ
۳۔ اپنے والدین کریمین
کے نام منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان محسنین کا سایہ تادیر
سلامت رکھے اور مجھے ان سے مزید علمی استفادہ اور تعمیر علمی کام
کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ (آمین)



فہرست مضامین اکابر کی زاهدانہ زندگی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲	اگر میں الہی ہوتا تو اللہ مجھ کو دیتے ---	۲۲	انتساب ---
۲۳	حضرت نانوتوی کی زاهدانہ زندگی ---	۲۳	پیش لفظ! مولانا عبدالقیوم حقانی ---
۲۴	سکھئی روئی کھایا کرتے ---	۲۴	ذاتیہ کلمات! مولانا قاری عبدالغفور ---
۲۴	وہ مجھے صاحب کمال سمجھتے ہیں ---	۲۴	تقریباً! علامہ سلطان غنی عارف طاہری ---
۲۵	شیرچھوڑ کر چلے گئے ---	۲۵	تقریباً! مولانا سلیم بہادر عکائونی ---
۲۵	بھاد کی ضرورت ہے ---	۲۵	حرف آغاز ---
۲۶	مولانا نانوتوی پیدل چارہ تھے ---		
۲۶	حضرت نانوتوی کی مطبخ بیوی ---		سید الطائفہ حاجی
۲۸	روم پہنچا نوے (۲۰۵) کا کیا کروں گا۔۔۔	۲۸	امداد اللہ مہاجر گنجی
	بانی دارالعلوم دیوبند اپنے ہاتھوں سے	۲۸	مال مسروقہ دو بار واپس گیا ---
۲۹	رزق حلال کھایا کرتے تھے ---	۲۸	منشاء مالوہیت یہی ہے ---
۲۹	ہم دیہاتی لوگ ہیں ---		
۳۰	حضرت نانوتوی کا زہد و حق امت ---		قاسم العلوم والخیرات
۳۱	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۳۱	مولانا محمد قاسم نانوتوی
۳۱	زاهدانہ اور حق امت پسندانہ طبیعت ---	۳۱	دنیا پاؤں چاتی ہے ---

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۳	لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو	۵۰	دنیا جیتے جاگتی جنت
	شیخ الحدیث حضرت	۵۱	کمال سادگی
۶۵	مولانا محمد زکریا	۵۲	مریدین و معتقدین کے ہاں کھانے سے گریز
۵۶	محبت استاد کو آٹھ سو کی تنخواہ پر ترجیح		پولیس کو تلاشی میں گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی نہ ملا
	فراق استاد کی وجہ سے ۱۲۰۰ کی تنخواہ کی پیشکش مسترد کر دی	۵۲	بے سرو سامانی کی کیفیت دیکھ کر ڈاکٹری
۶۵	مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے	۵۵	خدام کو تنبیہ
۶۷	مدرسہ کے بچے چلانے کے متعلق ایک عجیب واقعہ	۵۶	صاحبزادوں کی تربیت میں احتیاط
۶۶	پلیٹ فارم سے نکت قرض لیا		ساری رات سردی برداشت کی لیکن سوال نہیں کیا
۶۸	شیخ الحدیث دولت سے کس قدر بے نیاز تھے	۵۶	تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لئے نہیں اعداد
۶۹	شیخ الحدیث حضرت مولانا	۵۷	
	سید محمد یوسف بنوری	۶۰	حضرت مولانا فضل رحمان
۷۰	دوسرا چاول کا دلیر		گنج مراد آبادی
۷۱	میرے اللہ مجھے دے گا	۶۰	مجھے کیا ضرورت ہے؟
	مدرسین کی خاطر دو رخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا	۶۱	گورنمنٹ کارو پیہ لے کر کیا کرونگا؟
۷۱	میری بات سنئے ہی نہیں	۶۱	واہ! ہماری دیوار گری جا رہی تھی
۷۲	حضرت بنوری کا رقم کو ٹھکانا	۶۱	روپیہ ہم کیا کریں گے؟
۷۳		۶۲	صحابہ ایک خرابا پر قناعت کرتے تھے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۹	حضرت گنگوہی کا زہد و استغناء	۳۱	ڈیز ہروپے تنخواہ بچی
۳۹	الحمد للہ کبھی قرض نہیں لیا	۳۲	ذلت کے ساتھ رقم لینا منظور نہیں
۴۰	کیا اب بھی عمدہ کھانا کھائیں	۳۲	زادہ راہ کیا ہوگا؟
۴۰	کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے	۳۳	ارسال کردہ رقم کا حساب
۴۱	آپ عمدہ لباس پہنتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کوئی نواب ہے	۳۳	شیخ الہند دے راستے سے نہیں ہٹ سکتا
	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۴۱	سلاطین کے دربار سے مجھے کیا واسطہ؟
۳۳	نقد یا غیر ہدیہ نہ دیا جائے	۴۲	چور صندوقی کو اٹھا کر لے گئے
۳۳	زائد از ضرورت مال کے استعمال کا ریاست کو شرعاً اختیار نہیں		شیخ الفیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری
۳۶	”یہ حقوق العباد تھے“	۴۳	اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی
۳۶	یہ جملہ نہ ہوتا تو لے لیتا	۴۳	شکایت حال شکایت رب ذوالجلال ہے
۳۷	میری وجہ سے دو نقصان ہوں گے	۴۳	ہفتہ بھر بچے ہوئے چنوں سے گذارا کیا نکاح پر عطیہ لینے سے انکار
	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی	۴۳	مولانا عبید اللہ سندھی کے زیر سایہ زادانہ تربیت
۳۸	پیسے نہیں پیسے چاہئے	۴۵	تربیت توکل
۳۸	ابا و پیہ دہ سبکے	۴۷	ذریعہ معاش
		۴۸	زہد و ورع
		۴۹	انتہائی عسرت و نہایت سادگی
		۵۰	میں گھر میں خبر دینا بھول گیا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۹	حضرت مولانا علی میاں غامثنی زچہ	۹۰	علامہ سلطان نعمانی عارف طاہری
۸۰	تعلقات کے باوجود صفت استقلال پر مبنی	۹۱	پندرہ ہزار روپے کو مسترد کر دینا اور دفاع
۸۱	حرف نہ آنے دیا	۹۲	امام اعظم ابوحنیفہ
۸۲	حبیب میں کوئی چیز نہ تھا	۹۳	دس لاکھ ریال کی پیشکش غلامی
۸۳	کوئی صاحب مجھے اتنی طور پر مدد نہیں دے	۹۴	مولانا مظفر حسین کاندھلوی
۸۴	کریں	۹۵	سائن سے کھانا چھوڑ دیا
۸۵	فوراً میرے پیچھے لگے	۹۶	ہم تینوں نے فاتح کیا
۸۶	پتہ اہل کرکھا کر کرتے	۹۷	مولانا عبدالحق نقشبندی گسٹوئی
۸۷	تقویٰ کی انوکھی مثال	۹۸	پیر طریقت ملا خان گل گسٹوئی
۸۸	تینوں فٹ پاتھ پر ہو گئے	۹۹	استاذ الکمل حافظ سفر بڑ کوئی
۸۹	راے پور کی خانقاہ کا زمانہ مسرور تھی	۱۰۰	مترقات
۹۰	اللہ کا دیا سب کچھ ہے	۱۰۱	ارے بھائی کوئی ہے ؟
۹۱	آج پیسے آئے تو خط المیر ہا ہوا	۱۰۲	غلامی کے بغیر خدمت دین
۹۲	موت آئے اور ملک میں پیسہ ہو	۱۰۳	مولانا محمد منیر صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
۹۳	نویں بن کر تحصیل علم کرتے رہے	۱۰۴	کا تقویٰ
۹۴	شیخ مہد القدر دس کا فقر و فاقہ اور صبر	۱۰۵	مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا تنخواہ لینے سے
۹۵	میاں جی نور محمد کا زچہ	۱۰۶	الکھار
۹۶	مجھے تنخواہ میں اضافہ منکر نہیں	۱۰۷	حضرت شاہ محمد اسحاق کے گھر کی دن فاقہ
۹۷	یہ دنیا میرے گھر میں نہیں رہے گی	۱۰۸	تھا
۹۸	اس محنت سے بہت ہو جائے گی	۱۰۹	تیس دن چھ سو بیس لاکھ علامہ غامثنی کا اصرار
۹۹	مفتی محمد شفیع کا واقعہ	۱۱۰	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۳	میرا چندہ درویشی ہے	۷۹	مجاہد ملت حضرت
۸۴	قابہ ملت حضرت	۸۰	مولانا غلام غوث ہزاروی
۸۵	مولانا مفتی محمود	۸۱	اللہ نے آپ کا رزق بھیج دیا
۸۶	میرے پاس گندگی کے ٹوکڑے لے	۸۲	چائے کا نہ پوچھا
۸۷	آئے ہو	۸۳	مولانا ہزاروی کی درویشی
۸۸	حضرت مفتی صاحب نے سورہ پے تنخواہ	۸۴	میں ساری زندگی تمہیں راحت و آرام نہ
۸۹	کی پیشکش مسترد کر دی	۸۵	دے رکھا
۸۶	شیخ القرآن حضرت مولانا	۸۶	امیر شریعت
۸۷	سعید الرحمن عرف خطیب	۸۷	سید عطاء اللہ شاہ بخاری
۸۸	حضرت لاہوری نے میرے لئے کنبل	۸۸	دولت انسان کے خدمت کے لئے ہے
۸۹	خریدا	۸۹	مخدوم بننے کے لئے نہیں
۹۰	اپنے حال کو کسی پر آشکارا نہ کیا	۹۰	بے چارہ و افسردہ و افس ہوا
۹۱	گجڑی اور چٹلی پڑوسی سے عاری نہ تھی	۹۱	اللہ نے نکل دتی کی لاج رکھی
۹۲	معروف سکالر و مصنف سب کثیرہ	۹۲	منت مانی تھی ایک پوری شاہ جی کی نذر
۹۳	مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ	۹۳	کروں گا
۹۴	مرغی نکل کی طرح ترپنے والے پیام	۹۴	شیخ انصیر حضرت مولانا
۹۵	کراچی سے دی پائی آئی	۹۵	محمد اور لیس کاندھلوی
۹۶	تنخواہ مدرسہ کے لکچرر فز میں جمع کرتا	۹۶	پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار
۹۷	ہوں	۹۷	کرو
۹۸		۹۸	سوچتی روٹی کی دعوت

جو ہم دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو یہ از جام جم دیکھتے ہیں

زہد و تقویٰ بڑھ گئے مابیت قلبی ہوئی
ان کے قدموں کے تلے نفس امارہ دیا
اے خدا تیری رضا مطلوب سب دنیا کو ہے
کیوں نہ ہو تو نے ہمیں طیبہ دیا حکمہ دیا
آنکھ دینا ہی تیرا انعام تھا اور مستزاد
دیکھنے کے واسطے سرکار ﷺ کا روضہ دیا

(حبیب الرحمن نقشبندی)



پیش لفظ

از: معروف اسکالر و معروف مصنف

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ

الحمد للہ حضور الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ۔
زہد و قناعت ایک ایسا وصف ہے کہ جس سے دارین کی خوشحالی وابستہ ہے۔
فاضل مؤلف مولوی حبیب اللہ مردانی ہمارے جامعہ ایوبیہ کے ایک لائق فائق اور ہونہار
مناصب علم ہیں اور القاسم اکیڈمی کے رکن بھی۔ مطالعہ کتب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، بات کو
سمجھتے بھی ہیں اور اس کو بیان کرنے کے ڈھنگ کی اُمٹ بھی رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی
بات یہ ہے کہ اپنی پہلی تصنیف میں جو موضوع چننا ہے وہ اپنی جگہ بہت خوب ہے۔

اکابر کی زاہدانہ زندگی سب جانتے ہیں کہ ایک عکس جمیل ہے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زندگی کا جن کے ذریعے قاری بہت جلد اتباع سنت نبوی ﷺ کی منزل تک
پہنچ سکتا ہے اور دارین کی زندگی میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ اکابر کی زندگی عمل کو انگیزت کرنے
میں نہایت عمدہ و معاون ثابت ہوتی ہے۔ فاضل مؤلف ترحیب میں سید الطائفہ کو سب سے

پہلے لائے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، رشید وقت حضرت گنگوہیؒ، حضرت حکیم الامتؒ، حضرت شیخ انیسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا فضل رحمن سمیع مراد آبادیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت بخاریؒ، حضرت کاندھلویؒ، حضرت قادیانیؒ، حضرت مجاہد ملتؒ اور حضرت شیخ القرآن جیسے عظیم شخصیات کی زاہدانہ زندگی کے چند واقعات منتخب کر کے جیلے تحریر میں لائے جن کے مطالعہ سے انشاء اللہ عوام و خواص ہر دو کو بے حد نفع ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس کتاب کو مقبول بنائے اور مؤلف کے قلم میں مزید جولانی، روانی عطا فرمائے اور اخلاص، علم، عمل اور درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

عبدالقیوم جتانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان



دُعائیہ کلمات

از: پیر طریقت حضرت مولانا قاری عبدالغفور صاحب وزیرستانی مدظلہم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده، اما بعد !

ہمارے اکابرین کی ہر پہلو سے سنجیدہ نبویہ ﷺ جھلکتی نظر آتی ہے۔ زہد بھی آپ کے زندگیوں میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ مولانا حبیب اللہ سلمہ اللہ نے اکابر کی سوانحات سے منتخب زاہدانہ واقعات لکھے ہیں، جسے پڑھ کر اکابر کی زاہدانہ زندگی قابل تقلید نمونہ سامنے آتا ہے۔ اللہ کریم مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرما کر عوام و خواص میں مقبول فرمائیں اور مؤلف کے علم و عمل، زبان و قلم میں مزید ترقی عطا فرمائیں۔

وما ذالك على الله بعزيز -

عبدالغفور وزیرستانی

فاطمہ روڈ ملیا نوکلے مردان



تقریظ

از : مناظر اسلام، وکیل احناف، شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سلطان غنی عارف طاہری صاحب مدظلہم
کھوئی برمدل مردان

الحمد لله الذي من على المؤمنين ببعثة الرسل من سيدهم يسهم
الكتاب والحكمة ويزكيهم . والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبعوث
الى الخلق لنهذب عقائدهم و اعمالهم والذي حث المسلمين بتحمل البلاء
لرفع درجاتهم وقال اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل فنسالك
اللهم اذا اردت بقوم فتنة فاقبضنا اليك غير مفتونين . وبعد .

زیر نظر کتاب ” اکابر کی زاهدانہ زندگی ” مؤلفہ عزیزم مولوی حبیب اللہ صاحب
سلمۃ اللہ تعالیٰ اکابرین علماء کے زہد و تقویٰ کی حکایات پر مشتمل ایک عظیم کتاب ہے۔ زہد پر
بہت سی کتابیں محدثانہ طرز پر لکھی گئی ہیں جس میں اکابر کے واقعات کا ایک خاص حصہ ہے
مثلاً : الزهد للاحمد بن حنبل ، الزهد لعبد اللہ بن مبارک ، الزهد لابن ابی
داؤد ، الزهد لسمعانی بن عمران ، الزهد لہناد بن اسری وغیرہ ذلک۔

جہاں احادیث پر مشتمل ہیں وہاں اکابر کے واقعات زاهدانہ بھی انہی کتابوں کی موعظہ کی
زیست بنی ہوئی ہے۔

اکابر کے واقعات انسانی زندگی کے انقلاب کے لئے ایک مؤثر عنصر ہے اور اگر کہا
جائے کہ یہ حکایات نہیں بلکہ نقد حال الرجال کے لئے بہترین نسخے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیزم مولوی حبیب اللہ سلمۃ اللہ کی کتاب کو قبولیت بخش
کر عام و خاص مسلمانوں کی اصلاح کے لئے نیکو اکسیر ٹھہرائے اور مدد و کوالدہ تعالیٰ اور بھی
توفیق عطا فرمائے کہ مختلف موضوعات پر اصلاحی کتابیں لکھ سکیں۔
وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

حرورہ العبد الضعیف ابو رشید سلطان غنی عارف الطاہری
احمد من ادنی تلامذہ

شیخ العرب والعجم الشیخ محمد طاہر رحمہ اللہ العافر
۱۴۲۷/۶/۱۰ھ



تقریظ

از : مولانا سلیم بہادر ملکا نوی صاحب مدظلہ

”جہانے را در گروں کر و یک مرد خود آ گا ہے“ کا مصداق رحیل رشید اگر نایاب نہیں تو کیا بضرور ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ قحط الرجال کے اس دور میں اُن چنیدہ اور منتخب حضرات کی کسی قدر زندگیاں کتابی صورت میں محفوظ ہیں جن کے وجود مسعود سے لاکھوں بندگانِ خدا نے اپنی زندگیاں زندگیاں بنائیں، اگر کوئی مسلمان ذرا بھی بصیرت رکھتا ہے اور اس کی دیدہٴ عبرت واسے تو وہ سلفِ صالحین کی سوانحِ عمریاں پڑھ کر متاثر نہ ہو آخرتِ یاد نہ آئے اور بالکل رجوع الی اللہ نہ ہو، تقریباً تقریباً ناممکن ہے۔

عزیز مولوی محمد حبیب اللہ سلمہ نے اکابرین کی زندگی کے صرف ایک پہلو کے حالات اور واقعات قلمبند کرنے کی سعی طبع فرمائی ہے۔ اس تصنیفِ تا لیفی اور قلمی میدان میں موصوف کی الحمد للہ پہلی کامیاب کوشش ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ اللہ اسے قبولِ عام بخشے اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

فقط

ہیچمد اس سلیم بہادر ملکا نوی

۹/۵/۱۳۷۷ھ یوم الثلث



حرف آغاز

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

زہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و محم کی زندگی ترک کر دینے کو زہد کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی اُمت کو زہد کی بڑی ترغیب دی ہے۔

قنادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے (جب اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو) (مسند احمد) جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا الحمد للہ! ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ

ہے کہ سر اور جو سر میں افکار و خیالات ہیں، ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے، اس سب کی نگرانی کرو اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہونی ہے، اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے اور اس چند روزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے، پس جس نے یہ سب کیا، سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق اسی نے ادا کیا۔

امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی راتیں پے در پے اس حالت میں گذرتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے خالی پیٹ فاقے سے رہتے تھے، کیونکہ رات کا کھانا نہیں پاتے تھے (اور جب کھاتے) تو ان کے رات کا کھانا عموماً بھوک کی روٹی ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے، پھر جب سو کر اٹھے تو جسم مبارک میں چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے، اس خادم ابن مسعودؓ نے عرض کیا کہ اگر حضور ﷺ فرمادیں تو ہم حضرت کے لئے بستر کا انتظام کریں اور کچھ بنائیں۔ ارشاد فرمایا ”مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا! میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اپنی جگہ چھوڑ کر منزل کی طرف چل دیا۔“

(مسند احمد جامع ترمذی نمبر ۱۵۶)

اسی طرح اور بے شمار ارشادات و واقعات کتب احادیث میں موجود ہے، ہم نے تمہیداً صرف چند احادیث و واقعات ذکر کئے، ہمارے اسلاف نے ہر دور میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً کتاب الزہد لابن مبارک وغیرہ اور تمام ہمارے اسلاف نے

زہدانہ زندگی اپنائی تھی اور اسی طرح علماء دیوبند کثر اللہ سوادِ حم کی زندگیوں میں بھی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

اور علماء دیوبند بھی درحقیقت اس آخری دور میں سنتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معنوں میں اتباع کرنے والے ہیں، ان کی زندگیوں کا ہر پہلو سنت نبویہ ﷺ کا حسین منظر پیش کرتا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن اس قدر نور ہے جو لوگوں کے لئے قابلِ تقلید بن جاتے ہیں۔ ان اکابرین کی بابرکت مجالس و محافل اور صحبت سے جو بھی منسلک ہوا تو پھر وہ جس کا ہو کر رہ گیا۔

زیر نظر کتاب ”اکابرؒ کی زہدانہ زندگی“ میں انہی اکابرین کے واقعات جمع کرنے کی حقیر سی کاوش ہے۔ اکابر کی سوانح سے حکایات کا انتخاب کیا گیا ہے اور ہر واقعہ کے ساتھ حوالہ بھی درج ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے اور عوام و خواص کے افادہ کے لئے قبول عام نصیب ہو۔

سید حبیب اللہ مردانی

رکن القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

مال مسروقہ دوبارہ مل گیا :

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ان کا سارا مال چوری ہو گیا، چوروں نے ان کے گھر میں بالکل جھاڑو ہی دیدی ایک چیز نہ چھوڑی حضرت کو پتہ چلا تو چنداں ملال کا اظہار نہ فرمایا بلکہ ایک خاص کیفیت میں یہ مصرعہ پڑھا

ع مایچ نداریم ونعم بیچ نہ داریم

اتفاق سے متوسلین کی کوشش سے وہ مال مسروقہ مل گیا، تو اس پر بھی اظہار مسرت فرمایا اور اسے استعمال کیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بھی اس قسم کا واقعہ منقول ہے۔

منشاء الوہیت یہی ہے :

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

”میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے خود سنا کہ ایک ہفتہ تک موصوف کو صرف زحرم کے پانی پر گزارا کرتا پڑا۔ اسی اثناء میں ایک مخلص دوست سے جو کہ بہت زیادہ اخلاص کا مدعی تھی، چند پیسے قرض مانگتے تو اس نے ناداری کا بہانہ کر کے انکار کر دیا۔ حالانکہ واقع میں نادار نہ تھا۔“

اولنک ابانی فجننی بمثلہم
اذا جمعنا یا جریر المجمع

نے فرمایا کہ میں اس انکار سے سمجھا کہ منشاء الوہیت یہی ہے، اس لئے میں بھی صبر کر کے چپ ہو گیا۔ (اکابر علماء و روحانہ تہذیب کی روشنی میں ص ۶۰)

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی

دنیا پاؤں پڑتی ہے :

حضرت نانوتویؒ کو ایک مرتبہ کسی دنیا دار نے آپ کے شدید اعراض و انکار پر بھی روپوں سے بھری تھیلی آپ کی جوتیوں میں اندیل دی تو شاگرد سے فرمایا عزیز! جوتے جھاڑ دو دیکھو! دنیا دار بھی دنیا کھاتے ہیں اور ہم بھی دنیا کھاتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنیا دار دنیا کے پاؤں پڑتا ہے، دنیا کے سامنے جب سائی کرتا ہے مگر دنیا اسے ٹھوکریں مار مار کر ذلیل کرتی ہے تب کچھ حصہ دے دیتی ہے مگر اصرار یہ حال ہے کہ دنیا پاؤں پڑ رہی ہے اور ہم اسے ٹھوکریں مار مار کر ٹھکرا رہے ہیں۔ (ارباب علم، مکالمات ص ۹۸)

اگر میں اہل ہوتا تو اللہ مجھ کو دیتے :

ایک مرتبہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو بریلی کے ایک رئیس نے چھ ہزار روپے پیش کئے اور عرض کیا کہ :

”کسی نیک کام میں لگا دیجئے۔“

حضرت نے فرمایا کہ :

”(نیک کام میں) لگانے کے اہل بھی تم ہی ہو، تم ہی خرچ کر دو۔“

اس نے عرض کیا کہ :

”حضرت میں کیا اہل ہوتا ہوں۔“

فرمایا کہ :

”میرے پاس اس کی دلیل ہے، اگر میں اس کا اہل ہوتا تو اللہ تعالیٰ مال مجھ ہی کو دیتے۔“

حضرت نانوتویؒ کی زاہد انداز زندگی :

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سوانح میں لکھا ہے کہ :

”حضرتؒ کے پاس کپڑوں کی گٹھڑی نہ تھی، نہ ٹریک، نہ بکس تھا، اس منقطع عن الدنیا اور زائد کے حجرہ میں کچھ تو نظر نہ آتا تھا۔ چٹائی بھی ایک تھی تو وہ ٹوٹی ہوئی، گویا عمر بھر کے لئے اسی چٹائی کو منتخب فرمالیا تھا۔ سفر میں بھی کوئی اہتمام نہ تھا، اگر کبھی ایک آدھ کپڑا ہوا تو کسی کے پاس رکھوا دیا ورنہ اسی ایک جوڑے میں سفر پورا ہوتا۔ البتہ ایک لنگی ساتھ رہتی تھی جب کپڑے زیادہ میلے ہوئے تو لنگی باندھ کر کپڑے اتار لیتے اور خود ہی دھو لیتے۔“

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ :

”وہ لباس کیا تھا؟ بغیر کرتے کے بندوں دار چمن یا انگرکھا اور پانجامہ، سردی ہوئی تو مختصر سا عمامہ ورنہ عموماً کنٹوپ تمام سردی میں سر پر رہتا تھا آخری علالت کے دوران میں جس کے بعد پھر صحت واپس نہیں ہوئی۔ یہ لباس تھا سر پر میلا اور پٹنا ہوا عمامہ جس میں لہرے پڑے ہوئے تھے اور چونکہ سردی کا زمانہ تھا، اس لئے ایک دھوتر کی نیلی رنگی ہوئی بچھونا لیئے

ہوئے تھے جس میں بند لگے ہوئے تھے اور نیچے نہ کرتے تھانہ انگر کھا تھا اور ایک رضائی اوڑھے ہوئے تھے جو نیلی رنگی ہوئی اور جس میں موی گوٹ لگی ہوئی تھی، جو پھٹی ہوئی تھی اور کہند تھی اور روئی کہیں سے بالکل اڑی ہوئی تھی۔ (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۵۲)

سوکھی روئی کھایا کرتے :

حضرت مولانا محمد یعقوب فرمایا کرتے تھے کہ :

”مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم نانوتوی) میرے پاس آیا کرتے تو کوٹھے پر جھلنگا (بڑی سی ٹوٹی ہوئی چارپائی) پڑا ہوا تھا، اس پر پڑے رہتے تھے۔ روئی بھی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی وقت تک اسی کو کھا لیتے تھے۔ میرے پاس آدمی روئی پکانے والا نوکر تھا، اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دیدیا کرو، مگر بدقت کبھی اس کے اصرار پر لے لیتے تھے ورنہ وہی روکھا سوکھا کلزا چبا کر پڑے رہتے تھے۔“ (اکابر عظام دیوبند اجازت شریعت کی روشنی میں ص ۶۳)

وہ مجھے صاحب کمال سمجھتے ہیں :

ایک دفعہ بھوپال سے مولانا نانوتوی کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے تنخواہ مقرر کی گئی میں نے کہا (مولانا امیر الدین صاحب) جو یہ واقعہ بیان کرتے ہیں (اے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا؟ فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر جلاتے ہیں اور اسی بنا پر وہ پانچ سو روپے تنخواہ دیتے ہیں۔ مگر میں اپنے اندر کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں میں نے بہت اصرار کیا۔“ (امانا۔ اردو ج ۱ ص ۳۱۷)

شہر چھوڑ کر چلے گئے :

نواب محمود علی خان مولانا نانوتوی سے ملاقات کے بہت متعنی تھے۔ مگر مولانا بھی ان سے کبھی نہیں ملے۔ چنانچہ دوسرے وہ مولانا سے پھر ٹھٹھٹھ ملنے آئے اور دوسرے علی گڑھ۔ مگر جب مولانا کو ان کے آنے کا علم ہوتا تو مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چل دیتے اور فرماتے کہ :

”نواب صاحب سے دو باتیں کہہ دینا، ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے سٹیشن پر مسجد بنادیں اور دوسری عجیب بات یہ فرمائی کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو میں ان کی پانگی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔“ دوسری بات کو تو سن کر نواب صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں مگر اجازت نہیں ملی۔ (ارواح قدوس ص ۲۲۹)

نبھاؤ کی ضرورت ہے :

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ :

”میرے والد شیخ کرامت حسین رئیس دیوبند نے جب حضرت سے نکاح کر کے مجھے رخصت کیا تو اس زمانہ کے لحاظ سے جہیز بہت بڑا اور عظیم الشان دیا جس میں قیمتی زیورات، کپڑے اور تانبے کے برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت جب شب اول میں تشریف لائے تو آتے ہی نوافل شروع فرمائے، نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میرے پاس تشریف لائے۔ انتہائی سنجیدگی اور متانت سے فرمایا: ”جب تم کو اللہ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تو نبھاؤ کی ضرورت ہے مگر بصورت موجودہ دشواری یہ ہے کہ تم بالدار ہو اور میں غریب و نادار ہوں۔ اب صورتیں دو

ہی ہیں یا میں بھی تو گمراہوں یا تم بھی میری طرح نادار بن جاؤ اور میرا امیر بننا تو دشوار ہے اس لئے آسان صورت دوسری ہو سکتی ہے کہ تم میری طرح بن جاؤ۔" کچھ اور بھی اسی طرح فرمایا، آخر میں یہ فرمایا کہ "اگر تم کو کسی بات کا حکم دوں جس میں تمہارا ہی نفع ہو تو کیا تم کو مجھ پر اعتماد ہوگا؟ کئی بار فرمایا، بالآخر میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔" اس پر حضرت نے فرمایا: "اچھا سب زیور اتار کر مجھے دیدو اور جس قدر تمہارے ساتھ کپڑے اور برتن ہیں ان کا بھی مجھے اختیار دیدو" اس پر میں نے بغیر کسی تذبذب اور دغدغہ کے عرض کیا کہ آپ کو کبھی اختیار ہے اور پھر علی الصباح تمام زیورات تمام جوڑے کپڑے اور دوسرے برتن اور جو ہزاروں روپے کا سامان تھا۔ سب کا سب چندہ سلطانی میں دے دیا۔ (خلافت اسلامیہ ترکی کے لئے اس وقت ہندوستان میں چندہ ہو رہا تھا) آگے حضرت کی اہلیہ ہی فرماتی ہے کہ جب میں دیوبند واپس ہوئی تو رئیس باپ نے میرے ہاتھ، پاؤں اور ناک کو خالی دیکھ کر پوچھا کہ زیور کیا ہوا؟ جو واقعہ پیش آیا تھا سب والد کے سامنے دہرا دیا۔ شیخ کرامت حسین زبان سے کچھ نہ بولے لیکن اس خیال سے کہ بچی اعزہ واقربا کے سامنے تنگی بنی ہوئی کب تک رہے گی پھر از سر نو جہیز دیا۔ حضرت کی اہلیہ فرماتی ہیں۔ "کہ میں پھر لد پھد کر دوبارہ سسرال پہنچی، رات کو حضرت تشریف لائے پھر ترغیب آخرت سے گفتگو شروع ہوئی اور کل کی تیاری کے لئے آج اختیار پھر لینے کی خواہش ظاہر کی اختیار جو پہلے ہی دیا جا چکا تھا اس

کی دلیہی کا سوال کب ہی پیدا ہوا تھا کہہ دیا گیا کہ آپ مختار ہیں اور پھر صبح ہی یہ ہزاروں روپے کا سامان پھر سلطانی چندہ میں دے ڈالا۔" حضرت کی اہلیہ محترمہ عموماً کہا کرتی تھی کہ اس کے بعد میرے قلب سے روپے پیسے اور زیور وغیرہ کی محبت ہی قطعاً نکل گئی بلکہ ان اشیاء کا ایک تنفر پیدا ہو گیا پھر عمر بھر نہ میں نے زیور بنوایا اور نہ فاخرہ لباس کی مجھ میں کبھی ہوس یا آرزو ہوئی۔ (سوانح ص ۵۰۹)

مولانا نانوتویؒ پیدل جارہے تھے :

مولانا محمد حسن امرہوی نے اپنا خود دیکھا ہوا واقعہ لکھا ہے کہ :

"شاہجہان پور سے خدا شناسی والے میلے تک جانے کے لئے راستہ میں ایک ندی پڑتی تھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پیدل جارہے تھے، ندی میں پانی تھا، پا جامہ پہنے ہوئے دریا میں اتر پڑے جس سے پا جامہ بھیک گیا۔ پار اتر کر لنگی باندھی اور پا جامہ اتار کر نچوڑ کر اور پیچھے لٹھی پر ڈال کر جیسے گاؤں کے رہنے والے ڈال لیا کرتے ہیں تشریف لے چلے۔"

(اکابر ۱۱۷ ج ہنداجاں شریعت کی روشنی میں ص ۶۶)

حضرت نانوتویؒ کی مطیع بیوی :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ :

"حضرت نانوتویؒ کے کسی معتقد نے ایک چادر پیش قیمت اور ایک عدد زیور طلائی بی بی صاحبہ کی ملک کر کے بھیجا۔ حضرت نے ان تک یہ امانت پہنچا تو وہی لیکن ادائے امانت کے بعد اپنے اختیار کی جو بات تھی بی بی صاحبہ کے سامنے بائیں الفاظ اسے پیش کرنے لگے کہ فی الحقیقت چادر اور

زیور سے دل خوش ہوتا ہے لیکن چند روز کے استعمال سے یہ دونوں ہی چیزیں خراب ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ جو کام اس ریشمی چادر سے نکلے گا وہی لٹھے کی سفید چادر سے بھی نکل سکتا ہے، خداوند تعالیٰ ان کے عوض عاقبت میں پائیدار لباس اور زیور عطا فرمائیں گے۔ اس پر بی بی صاحبہ نے دونوں کو فوراً دے دیا اور دل پر میل نہ آیا۔“

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۵۱۵)

دوسو پچانوے کا کیا کروں گا؟

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو ایک صاحبِ مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے۔

آپ نے فرمایا:

”علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں، البتہ قرآن کی تصحیح کر لیا کروں گا اس میں دس روپے دے دیا کروں۔“

اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہوار کی نوکری آگئی۔ مولانا نے

جواب لکھا:

”آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں، مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے بچ جاتے ہیں، آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے، ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے، میں ان کا کیا کروں گا۔ مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں۔“

غرض تشریف نہیں لے گئے، اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے۔

(عبر العالی حرجان ص ۲۰)

بانی دارالعلوم دیوبند اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمایا کرتے :
برصغیر کی سب سے بڑی دینی تعلیم گاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دسیوں کتابوں کے مصنف، بیسیوں باکمال مشاہیر کے استاد ہزاروں تخلصین و مریدین کے پیشوا، عامۃ المسلمین کے قلوب کے بے تاج بادشاہ اگر چاہتے تو سونے اور چاندی کے محل بنا سکتے تھے مگر کسی کے بارِ محبت احسان کو برداشت نہیں کیا۔ اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمایا، کتابتِ یا صحیح کتب کا کام کر کے اس سے جو معاوضہ حاصل ہوتا اسی قوتِ لایموت پر گزرا وقات کرتے۔ (ارباب علم و کمال ص ۹۷)

ہم دیہاتی لوگ ہیں، آدابِ شاہی سے واقف نہیں:

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ایک دفعہ رامپور گئے نواب صاحب کو خبر ہوئی تو مولانا کو بلایا مگر نہیں گئے اور یہ حیلہ کیا کہ:

”ہم دیہاتی لوگ ہیں، آدابِ شاہی سے واقف نہیں، خدا جانے کیا بے ادبی ہو جائے۔“

نواب صاحب نے کہا کہ:

”آپ کو آداب وغیرہ سب معاف ہیں، آپ تشریف لائے ہم کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔“

جواب دیا کہ:

”تجربہ ہے کہ ملنے کا اشتیاق تو آپ کو ہوا اور آؤں میں۔“

غرض نہ گئے باوجود ایسی آزادی کے روڑی میں مجسٹریٹ سے ملنے سے انکار نہ کیا

کیونکہ اس سے ملنے میں کوئی مصلحت تھی۔ (حسن المعرب ص ۱۷۷ ج ۴)

حضرت نانوتویؒ کے زہد و قناعت اور توکل علی اللہ کا ایک واقعہ :

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا، اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوادیتا ہوں، مگر آباد کیسے ہوگا۔ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک شخصیت کے بارے میں بتائیں گے، آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا: میرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔

چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علماء سے پوچھا بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈا ہے کہنے لگے، قاسم نانوتویؒ، اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی، انہوں نے کہ حضرت کی چار پانچ روپے ہوگی۔ اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا، جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کی پانچ روپے کی بجائے سو روپے ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے۔

چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں! اب تو ضرور آجائیں گے۔ دیوبند جا کر حضرتؒ سے ملے، حضرتؒ نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت! مدرسہ بنا ہے آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کے لئے سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا :

”بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپے ہے اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچ کے ہیں اور دو روپے غریبوں، مسکینوں، یتیموں میں خرچ کرتا ہوں اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپے تنخواہ ہوگئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے لئے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا، اور میں پڑھتا تو نہیں

سکوں گا، ہندامیں وہاں نہیں جاسکتا۔ ایسی دلیل دی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں، اسے زہد کہتے ہیں۔“

ابوحنیفہ زمانہ، فقیہ النفس

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

زہدانہ اور قناعت پسندانہ طبیعت :

حضرت گنگوہیؒ کے متعلق ”تذکرۃ الرشید“ ج ۱ ص ۳۶ میں لکھا ہے :

”ایام طالب علمی میں آپ نے اپنی خورد و نوش کا دہلی میں کسی پر بار نہ ڈالا۔ تین روپے ماہوار آپ کے ماموں بھیجا کرتے تھے، اس میں روکھی سوکھی روٹی اور دال ترکاری وقت پر جو کچھ آسانی سے مل گیا، آپ نے کھائی اور اسی تین روپے میں کپڑے دھلائی، اصلاح خط یا جو کچھ بھی ضرورت پیش آئی رفع کی۔ دہلی میں آپ کو کیمیا گر اور مہندس بھی ملے اور انہوں نے آپ کی روش اور انداز کو دیکھ کر بہ نیت محبت بتا تا کہ آپ کو کیمیا کا ہانا نکھانا چاہتے ہیں، مگر آپ کی زہدانہ اور قناعت پسندانہ طبیعت نے خوف طمع یا حرص کرنی تو دور کنار اس سے سیکھنا بھی گوارا نہ فرمایا۔“

حضرت گنگوہیؒ کا زہد و استغناء :

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زہد و استغناء کا اندازہ اس سے لگایا

جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ نے اپنے سفیر کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پانچ ہزار روپے بھیجے اور یہ لکھا کہ ہر سال اتنی ہی رقم پیش کی جاتی رہے گی لیکن حضرت نے کمال استغناء کا نمونہ پیش فرماتے ہوئے یہ نذرانہ قبول نہیں کیا اور جواب لکھ دیا کہ :

”میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہت دے رکھا ہے، جمع کر کے کیا کروں گا، اس لئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے۔“ (میں ۷۷ مسلمان ص ۲۳)

الحمد للہ قرض کبھی نہیں لیا :

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۷ میں حضرت گنگوئی کا ارشاد نقل کیا ہے کہ :

”میں نے اور میرے گھر والوں نے فاقے اٹھائے مگر الحمد للہ قرض کبھی نہیں لیا۔“

کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوئی ایک بار مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم معین الدین صاحب نانوتوی کے مہمان ہوئے۔ حکیم صاحب کے یہاں اس دن فاقہ تھا، تو انہوں نے مولانا گنگوئی سے صاف عرض کر دیا کہ حضرت میرے یہاں تو آج فاقہ ہے، یہاں بعض لوگ آپ کے معتقد چاہا کرتے ہیں کہ آپ کی دعوت کریں گے، آپ فرمائیں تو ان کو اجازت دے دوں۔ فرمایا :

”میں تیرا مہمان ہوں جو تیرا حال ہے وہی میرا حال ہے کسی سے کچھ نہ کہو۔“

شام تک سب فاقہ سے رہے، شام کو ایک مریض حکیم صاحب کے پاس آیا اور

شکراتہ صحت میں غالباً گیارہ روپے دے گیا۔ حکیم صاحب نے مولانا سے عرض کیا کہ :

”حضرت! اب اللہ نے رزق بھیج دیا ہے، اب میں ذرا تکلف سے کھانے پکواؤں گا۔“ حضرت گنگوئی نے منع بھی کیا کہ تکلف نہ کرو مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ : ”دن بھر تو فاقہ رہا اب جو خدا نے دیا ہے تو کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں۔“ (حکایات اسلاف ص ۱۲۰)

کسی دوسرے مصرف خیر میں صرف کر دیا جائے :

ایک مرتبہ والی افغانستان سلطان حبیب اللہ خان نے اپنے سفیر کے ہاتھ پانچ ہزار روپے حضرت گنگوئی کی خدمت میں بھیجے اور یہ کہا کہ یہ مقدار ہر سال خدمت میں آتی رہے گی اور معاوضہ صرف دعا ہے، مگر حضرت نے قبول نہیں کیا اور سفیر نے کہا کہ مجھے کم سے کم میری حاضری کا تو لکھ دیں، والی کو شبہ ہوگا کہ ویسے ہی بات بنا دی۔ تو حضرت نے فارسی زبان میں یہ لکھوا دیا کہ :

”بحیثیت اسلام مجھے آپ سے تعلق ہے اور میرا دل آپ کو ہمیشہ دعا دیتا ہے، خصوصاً موجودہ حالت میں محبت اسلام اور قدر و منزلت علم کی خبریں سن کر بہت خوش ہوتا ہوں، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں۔ آپ کی نذر پختی مگر چونکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہتیرا کچھ دے رکھا ہے جمع کر کے کیا کروں گا، اس لئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے اور مجھے بہر حال دعا گو سمجھئے۔“

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۷)

آپ عمدہ لباس پہنتے تھے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کوئی نواب ہے :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوئی کے پاس ڈیڑھ سو روپے کا پوتین ایک جگہ سے آیا۔

ایک نواب آپ کے یہاں آئے ہوئے تھے آپ نے ان کو دیدیا اور فرمایا کہ یہ میرے کام کا تو ہے نہیں اور آپ کے کام آجائے گا۔ مولانا اس طرح نہ رہتے تھے کہ کسی نواب یا امیر سے گردن نیچی کرنی پڑی بلکہ ایسا برتاؤ کرتے تھے کہ ان ہی کو گردن نیچی کرنی پڑتی تھی اور کبھی آپ لباس بھی عمدہ پہنتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نواب اور والی ملک ہیں۔ ہزاروں روپیہ بھی نہ لیتے تھے اور ویسے روپیہ دو روپیہ بھی قبول فرما لیتے۔ ایک بادشاہ نے ایک دفعہ شاید دس ہزار روپیہ بھیجے تھے، آپ نے واپس کر دیئے اور فرمایا کہ ضرورت کے لائق میرے پاس موجود ہیں۔ اس قدر روپیہ لے کر کیا کروں گا۔ سو امیروں کے ساتھ تو یہ برتاؤ تھا اور غریبوں سے ایک روپیہ دو روپیہ بھی لے لیتے تھے۔ (التلخیص ص ۱۰۹ ج ۱۵)

حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانویؒ

نقد یا غیر ہدیہ نہ دیا جائے :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنہوں نے واقعہ اپنے دور میں تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں اور جن کا علمی و روحانی فیض آج پورے عالم میں جاری ہے۔ ایک مرتبہ آپ کو ڈھاکہ کے مشہور و معروف نواب سلیم اللہ خان صاحب نے باصرار ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، حضرت نے ان کے اصرار پر دعوت کی قبولیت کے لئے چند شرطیں لکھ کر بھیج دیں۔ جن میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا

جائے، اس سفر میں نواب صاحب نے تمام شرائط کا خیال رکھا، اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد پھر انہی نواب صاحب نے آپ کو دیگر علماء و دیوبند کے ساتھ ڈھاکہ آنے کی دعوت دی۔ ان حضرات کو کلکتہ ہو کر ڈھاکہ جانا تھا، کلکتہ میں ان کے قیام و طعام کے انتظام کے لئے نواب صاحب نے اپنے ایک دوست کو متعین کر دیا، جب حضرت تھانویؒ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب کے دوست نے شایان شان انتظام کیا اور بہت مسرت کا اظہار کیا اور دوران گفتگو ان نواب صاحب نے یہ اصرار کیا کہ حضرت ہدیہ نہ قبول کرنے کی شرط واپس لے لیں، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ :

”یہ کیا ضروری ہے کہ محبوب کو گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا گھر بھیج کر بھی ہدیہ دیا جاسکتا ہے۔“

دو رئیس صاحب اپنی مالدار کی کے زعم میں کہنے لگے کہ :

”جناب معاف فرمائیے ! پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔“

حضرت تھانویؒ رئیس کی اس بات پر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے، اور عالمانہ استغناء

کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ :

”آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں اور ہم پیاسے ! اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ پیاسے ! اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں : دین اور دنیا۔ ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس ہے یعنی دنیا، تو وہ اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے، لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے یعنی دین، وہ آپ کے پاس بقدر

نہیں۔ (اکابر کے ایمان، فروزا تھات، ص ۳۳۴)

یہ جملہ نہ ہوتا تو لے لیتا :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ :

”ایک رئیس نے میرے پاس دو سو روپے مدرسہ کے لئے بھیجے اور لکھا کہ میرا ارادہ ہے آپ کو یہاں بلائے کی تحریک کروں، اگر یہ جملہ نہ ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے لکھ دیا کہ روپوں کے ساتھ بلائے کی درخواست کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپے بھیجنے سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں ان سے متاثر ہو کر آپ کی درخواست کو منظور کر لوں، اس لئے میں نے وہ روپے نہیں لئے، ڈاکخانہ میں جمع کر دیئے ہیں اگر آپ کے جواب سے یہ شبہ رفع ہو گیا تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا۔ آخری ان کا خط آیا کہ مجھ سے بدتمیزی ہوئی۔ آپ سے یہ درخواست نہیں کرتا، میرا یوں جی چاہتا ہے کہ کسی کا احسان رکھ نہ لیا جائے۔“

(التبلیغ ص ۱۱ ج ۵، بحوالہ فتوح احمد، ص ۲۶۰)

میری وجہ سے دو نقصان ہوں گے :

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ :

”ایک مرتبہ مجھے بھوسہ کی ضرورت تھی اور میرے بھائی کے یہاں بھوسہ تھا کیونکہ دو زمیندار تھا، میں ان کے یہاں سے بھوسہ تک نہ منگایا۔ بعض لوگوں نے مصلحت پوچھی، تو میں نے کہا کہ یہ انتظام کے بالکل خلاف ہے، ان کا کام تو ملازموں کے ہاتھ میں رہتا ہے، میری وجہ سے دو نقصان ہوں گے، ایک تو ان کو خیانت کا موقع ملے گا، دوسرے ان کو ان

ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟ آپ پیاسے ہوئے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے۔“ اور یہ فرما کر کھکتے ہی سے خود اپنے کرایہ سے واپس تھانہ بھون تشریف لے آئے اور ڈھا کہ نہیں گئے اور نواب صاحب اصرار کرتے رہ گئے۔ (پس : ۷۷، ۳۳۳، ۳۳۵)

زائد از ضرورت مال کے استعمال کا ریاست

بیت المال کو شرعاً اختیار حاصل نہیں :

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نواب رامپور قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے، والہی کے وقت نواب صاحب نے حضرت کو کرایہ سے کچھ زیادہ رقم دینی چاہی، تو آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی کہ :

”ریاست کو بیت المال سے زائد از ضرورت تصرف کرنے کا شرعاً

اختیار حاصل نہیں ہے۔“ (پس : ۷۷، ۳۳۶، ۳۳۷)

حضرت تھانویؒ کا ارشاد ”یہ حقوق العباد تھے“ :

دھولیہ سے کچھ لوگ تھانہ بھون گئے، وہاں جو پہنچے تو بے وقت پہنچے، حضرت تھانویؒ نے فرمایا ابھی کیسے؟ گاڑی کا وقت تو نہیں ہے؟ کہا حضرت! ہم لوگ آ رہے تھے تو ٹرین میں نیند لگ گئی اور اگلے اسٹیشن پر جا کر آنکھ کھلی تو وہاں اترے، حضرت نے فرمایا کہ اچھا! پہلے ایک کام یہ کریں کہ تھانہ بھون سے جو اگلے اسٹیشن ہے وہاں تک نکٹ لیں اس کو پھاڑیں اور پھر یہاں پر آئیں، مضافہ کریں اور رہیں یہ حقوق العباد تھے اب تو کچھ بھی

سے محاسبہ پر قدرت نہ ہوگی کیونکہ انہیں یہ بہت اچھا موقع ملے گا کہ آپ کے بھائی یہاں جایا کرتا ہے۔“ (حزبِ اعلیٰ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

پیسے نہیں ہیں پیسے چاہیے :

حضرت شیخ الاسلامؒ مہینے کے آخر میں مقروض رہتے تھے۔ ایک واقعہ حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہم نے سنایا کہ :

”مہینے کے آخر میں حضرت مقروض ہو جاتے تھے اور قرضہ لینے کی نوبت آتی تھی اور قرض صرف دو آدمیوں سے لیتے تھے۔ ایک حضرت مولانا اعجاز علیؒ شیخ الادب سے دوسرے کتب خانہ اعجازیہ کے مالک مولانا سید احمد صاحب تھے۔ میری والدہ مہینے کے آخر میں حضرت سے کہتی تھی کہ پیسے نہیں ہیں پیسے چاہیے تو حضرت قرض لینے کا اہتمام کرتے تھے۔“

ابادو پیسے دیدیتجئے :

حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ :

”حضرت مدنیؒ جب سبق پڑھانے تشریف لے جاتے تھے تو میں کہتا تھا کہ اباجی دو پیسے دیدیتجئے، کبھی انکار نہیں فرماتے تھے مگر اوجیب سے بڑو نکال کر دیدیتے تھے اور وہ بڑو اتنا موٹا ہوتا تھا کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ

پتہ نہیں کتنے پیسے ہوں گے؟ میں دیکھتا تو ایک پیسہ بھی اس میں نہیں نکلتا۔ صرف کاغذات ہوتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرتؒ نے بڑو دیا تو اس میں پانچ روپے تھے۔ میں نے نکال لئے اور بڑو واپس کر دیا اور میں بڑا خوش تھا کہ آج کام بن گیا۔ میری والدہ نے مجھے ڈانٹا کہ پتہ نہیں تنخواہ ملی ہوگی اور وہ بھی نکال لیے، تجھے معلوم ہے کہ مہینہ کے آخر میں اباجی کے پاس پیسے نہیں ہوتے، واپس کر دے میں نے والدہ کے کہنے پر واپس کر دیئے۔“

ڈیڑھ روپے تنخواہ بچی :

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ نے ایک واقعہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ :

”ایک دن حضرت مدنیؒ سبق پڑھا رہے تھے کہ دفترِ اہتمام کی طرف سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ حضرت تنخواہ وصول فرمالیجئے۔ حضرتؒ نے کتاب بند کی اور طلباء سے فرمایا کہ ابھی تنخواہ لے کر آتا ہوں، حضرتؒ جو گئے پیچھے طلباء نے آپس میں طے کر لیا کہ آج تو حضرتؒ سے مٹھائی کھانی ہے۔ حضرتؒ تنخواہ لے کر تشریف لائے تو طلباء نے سبق شروع ہونے سے پہلے کہا کہ حضرتؒ! آج تو تنخواہ ملی ہے، مٹھائی کھلائیے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ لو بھئی! مسئلہ ہی حل ہو گیا ڈیڑھ روپے نکال دیئے اور فرمایا کہ یہ تنخواہ ملی ہے اس سے مٹھائی کھا لو۔“ (القاسم ش ۱۹۶، اپریل ۲۰۰۵ء ص ۳۲-۳۱)

فلت کے ساتھ رقم لینا منظور نہیں :

مولانا رشید الدین حمیدی مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد فرماتے ہیں کہ

مجھے ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کچھ مقروض ہیں، تو میں نے حیدرآباد میں نواب فخر یار جنگ اور چند باختیار حکام سے ذکر کیا۔ طے پایا کہ مولانا کو یہاں بلایا جائے اور حیدری صاحب اور دوسرے وزراء سے ملایا جائے، پھر تحریک کر کے پانچ ہزار روپے خیرات کی مد سے دلایا جائے۔

میں نے حضرت مدنیؒ کو لکھا۔ حضرتؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ اس ذلت کے ساتھ مجھے رقم لینا منظور نہیں۔ (شیخ الاسلام واقعات و کرامات کی روشنی میں ص ۲۷)

زاورہ کیا ہوگا ؟

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے شادی کے موقع پر ہندوستان میں سسرال والوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ مدینہ جانے کے دو سال بعد اپنے خرچ پر اہلیہ محترمہ کو ہندوستان واپس لا کر خاندان والوں سے ملاؤں گا؛ جب دو سال پورے ہونے کو آئے تو آپ کو ایضاً وعدہ کے سلسلہ میں تشویش لاحق ہوئی کیونکہ زاورہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ کے تلامذہ معتقدین اور متوسلین کی تعداد کچھ کم نہ تھی، اس کے باوجود آپ نے پریشانی کا اظہار کسی سے بھی نہ فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ راوی ہیں کہ اس موقع پر آپ نے رات کے وقت روضۃ الطہر کی جالیاں پکڑ کر دعا فرمائی کہ :

”اے اللہ! تو میرے وعدہ کو پورا کرادے۔“

اس کے بعد آپ نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ لوگ بار بار سوال کرتے کہ خرچ سفر کیا ہوگا۔ حضرتؒ جس کفر فرماتے کہ : ”اللہ دیگا۔“ (شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۲۷)

ارسال کردہ رقم کا حساب :

آپ (شیخ الاسلام مدنیؒ) کو جب پہلی مرتبہ باڑھ (ضلع پٹنہ بھارت) مدعو کیا

میں تو خرچ سفر بذریعہ معنی آرڈر بھیج دیا گیا۔ یہ کافی متحمل مسلمانوں کی آبادی ہے۔ جلسہ کے بعد جب واپسی آیا تو لوگوں نے ایک بڑی رقم پیش کی۔ حضرتؒ نے فرمایا: بھریے! لوگوں نے سمجھا کہ حضرتؒ نے رقم کو کم خیال کرتے ہوئے ایسا فرمایا ہے تو فوراً اس میں اضافہ کر دیا گیا لیکن اسی اثناء میں حضرتؒ نے بیک سے کچھ روپے اور حساب کا نقد نکال کر دیا اور فرمایا :

”آپ نے جو روپے بھیجے تھے اس کا حساب یہ ہے اور اتنے روپے اس میں بچ گئے ہیں۔“ لوگوں نے بے حد اصرار کیا کہ حضرتؒ بچی ہوئی رقم کو واپس نہ فرمائیں اور جو روپے پیش کئے جا رہے ہیں، ان کو قبول فرمائیں مگر حضرتؒ نے صاف انکار فرمادیا۔“

(شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۷۳)

شیخ الہندؒ کے راستے سے نہیں ہٹ سکتا :

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کراچی سے رہا ہو کر آئے تو بنگال کنس کے ایک ممبر نے ان سے کہا کہ ۴۰ روپے نقد اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پانچ سو روپے (۵۰۰) ماہوار کی پروفیسری آپ کے لئے ہے، اس کو منظور فرمائیں۔ حضرتؒ نے پوچھا کام کیا رہتا ہوگا؟ ممبر صاحب نے کہا کچھ نہیں صرف تحریکات میں خاموش رہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس راستہ پر لگے گئے اس سے نہیں ہٹ سکتا۔

(اکابر علامہ یونہا تاج شریعت کی روشنی میں ص ۲۷)

سلاطین کے دربار سے مجھے کیا واسطہ ؟

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء ماہ جون میں حضرت

شیخ انصیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی :

حضرت لاہوریؒ کو ایک مرتبہ گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خان نواب آف کالاباغ کے لڑکے کی شادی پر بلایا گیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ مجھے اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہوئی ہے کیونکہ گورنر کچھ کھلائے گا اور دے گا۔ میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ لوں گا، لیکن خدا کی قدرت کہ جب نکاح کے بعد سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے تو حضرت لاہوریؒ کمرے میں علیحدہ رہ گئے اور دوسرے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ نہ انہیں اصرار کرنا پڑا اور نہ مجھے انکار اور حضرت اسی واقعہ کو بیان فرما کر بہت خوش ہوتے کہ مجھے اللہ نے ان کا کھانا کھانے سے محفوظ رکھا۔ (اکابر کے ایمان افروز واقعات ص ۳۳۳-۳۳۵)

”شکایتِ حال شکایتِ رب ذوالجلال ہے“ :

شیخ انصیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زندگی بہت زہدانہ تھی۔ ہفتوں فاقے، اشت کیے مگر مشتبہ کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ کسی کے سامنے اشارہ یا تعذیر اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے :

”غیر کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا خدا کی غیرت کو چیلنج دینا

سے شکایتِ حال شکایتِ رب ذوالجلال ہے“۔

مدنیؒ بسلسلہ حج و زیارت تشریف لے گئے۔ میں وسط جولائی کو آخری جہاز سے روانہ ہوا، بمبئی میں شناسا سے معلوم ہوا کہ ملک حجاز نے حضرتؒ کو آپ کی پوری جماعت کے ساتھ ریاض مدعو کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی کانوں تک پہنچی کہ حضرتؒ نے جلالتِ الملک کی دعوت کو قبول فرمایا ہے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ میں بھی حضرتؒ کے ہمراہ ریاض جاؤں گا، مگر مکرمہ میں جب حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ آپ نے حیرت سے فرمایا کہ :

”مجھے سلاطین کے دربار کی حاضری سے کیا واسطہ؟ میں ایک گوشہ نشین فقیر ہوں۔ سلاطین و امراء سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔“

میری اس گفتگو کے بعد ایک صاحب نے بتایا کہ حکومت کی جانب سے اس قسم کی تحریک فرو ہوئی تھی، مگر حضرت اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔

(شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۰۴)

چور صندوقی کو اٹھا کر لے گیا :

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب خزائنؒ و منتظم حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے بزمِ سعید کے موقع پر تقریرِ بیاتین سورہ پیرِ قربانی اور دیگر اخراجات کے لئے پس انداز کیا تھا، اتفاق سے کوئی چور صندوقی کو اٹھا کر لے گیا، جب حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا :

”قاری صاحب! آپ نے تو کل کے خلاف کیا تھا جب ہی تو چوری ہوئی۔“

فقط اتنا فرمانے کے بعد کچھ نہ فرمایا، آپ کی شانِ توکل بلند تھی۔

(اندلس قدسیہ ص ۵۳)

ہفتہ بھر بھرنے ہوئے چنوں سے گزارا کیا :

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پنجاب کے ایک وزیر اعلیٰ نے اپنے گاؤں آنے کی درخواست کی، تاکہ ان کے گاؤں والوں کو حضرت کی صحبت سے فائدہ پہنچے، حضرت لاہوریؒ نے وزیر اعلیٰ سے فرمایا :

”ٹھیک ہے میں آپ کے گاؤں ضرور چلوں گا، مگر اس شرط پر کہ میرے کھانے وغیرہ کا انتظام آپ کے ذمے نہ ہوگا۔“

وزیر اعلیٰ نے خیال کیا کہ حضرت شاید میری مشتہ آمدنی کی وجہ سے ایسی شرط عائد کر رہے ہیں، اس لئے انہوں نے عرض کیا :

”حضرت آپ کے کھانے کا انتظام کسی تقویٰ شعار گھرانے میں کر دیا جائے گا۔“

”میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے۔“ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا،

”میرا مطلب یہ ہے کہ میرے کھانے وغیرہ کے معاملات سے آپ کو

کوئی سروکار نہ ہوگا، شرط منظور ہو تو چلیں۔“

ہر صورت میں وزیر اعلیٰ کو یہ شرط ماننی پڑی۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ تشریف لے گئے۔ اس بارے میں فرماتے تھے کہ :

”میں نے بھنے ہوئے پننے ساتھ لے لئے تھے جب سب لوگ سو

جاتے تو میں ٹٹھی بھر چنے نکال کر کھا لیتا۔ ہفتہ بھر یہی معمول رہا۔“

(حکایات السلاف ج ۳ ص ۱۰۲)

نکاح پر عطیہ لینے سے انکار :

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا کہ :

”ایک دن میرے ایک دوست بڑی شاندار موٹر کار میں مجھے نکاح پڑھوانے کے لئے لے گئے۔ میرے گھر میں پانچ دن کا فائدہ تھا اور مجھ سے چلنا مشکل تھا لیکن یہ اصول تھا کہ جہاں نکاح پڑھانے جاتے وہاں نہ کھاتے تھے نہ ایک گھونٹ پانی کا پیتا۔ اللہ کا شان! فرمانے لگے جب میں نکاح سے فارغ ہوا۔ ۱۹۲۳ء کی بات ہے سستے زمانے تھے اور اس مالدار آدمی نے 50 روپے دیئے تو میں نے کہا اللہ آپ کو برکت دے، میں نے اللہ کی رضا کے لئے نکاح پڑھانا اپنا معمول بنالیا ہے۔ میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت فرماتے تھے میرا نفس مجھے کسے لگا احمد علی تو نے مانگے تو نہیں خود ہی دے رہا ہے، مگر میں نے نفس کو فوراً ڈانٹا کہ آج تو ایک دفعہ اصول سے بنا، ساری زندگی کبھی بھی اصول پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کر۔“

(حضرت لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۳۵)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے زیر سایہ زاهدانہ تربیت :

شیخ الشیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نو برس کی عمر تک ہی پہنچ پائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سندھ کے ولی کامل اور قطب وقت حضرت دین پوریؒ کے حکم سے حضرت مولانا سندھیؒ نے اس بچہ کی والدہ سے نکاح کر لیا۔ اس لحاظ سے حضرت سندھی مرحوم اس بچے کے سوتیلے باپ بھی ہو گئے۔ چنانچہ اس بچے کے دوسرے بھائیوں کی بھی تربیت مولانا سندھیؒ کے سپرد ہو گئی لیکن کچھ عرصہ بعد یہ بچہ اپنی والدہ کی شفقتوں سے بھی محروم ہو گیا، وہ نکاح کے بعد کچھ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔

مولانا سندھی تخت مراج تھے، ہر وقت اس بچے کو کام میں مصروف رکھتے، گھر کی ہر ضرورت کے لئے یہی بچہ ملازم اور مزدور کا کام دیتا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے سے لے کر پانی بھرنا اور اپنے بھائیوں اور مولانا سندھی کے بچوں تک کے کپڑے دھونا وغیرہ سبھی کام اس بچے کے ذمہ تھا، کوئی شبہ نہیں کہ ننھی سی جان پر اتنا بوجھ ڈالنا بہت بڑی زیادتی ہے لیکن عامی کی نظر اور اہل دل کی نظر کے زاویے مختلف ہوتے ہیں۔ نظر تو یہی ہے جس کا اظہار کر دیا لیکن اہل دل کا نقطہ نظر ہمارے وہم سے بھی نہیں آ سکتا۔ اہل ظاہر اور اہل باطن کا فرق ہمیں سے واضح ہو جاتا ہے۔ پھر طرف تماشا یہ کہ کھانے کو بھی پیٹ بھر کر نہیں دیا جاتا تھا۔ حضرت مولانا سندھی کے گھر سے دو روٹیاں آتی تھیں۔ ایک مولانا سندھی کھا لیتے اور دوسری یہ بچہ کھاتا اور یہ حالت اس وقت تک قائم رہی جب کہ یہ بچہ مقتدا نام اور چیشوائے دین بن چکا بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ جب سیری نہ ہوتی اور تقاضا شدید صورت اختیار کر جاتا تو جنگل میں جا کر پھلیوں وغیرہ سے پیٹ بھر لیا جاتا۔ (زبد القوی ص: ۱۲۵)

تر بیت توکل :

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری حضرت مولانا سندھی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ امرت تشریف لائے، تو عربی فارسی صرف و نحو اور منطق وغیرہ حضرت سندھی سے پڑھتے تھے۔ حضرت علامہ تاج محمود امرونی نور اللہ مرقدہ کے زیر تربیت اللہ اللہ کرنے والوں کی جماعت تھی، جن کی زندگی اصحاب صفہ کی زندگی سے مشابہ تھی، لنگر میں جو کچھ اللہ تعالیٰ بھیج دیتا، وہی ان لوگوں کی شبانہ روز کی خوراک ہوتی۔ بعض اوقات دونوں وقت کا فاقہ ہوتا، بعض اوقات سوکھی روٹیاں چبائی جاتیں۔ حضرت لاہوری فرمایا کرتے کہ بعض دفعہ ستوی قسم کی خوراک ہوتی جس میں سے ستارے بھی نظر آتے، اس کا نام ستارہ پلاؤ تھا۔

بارک اللہ! یہ متوکلین کی جماعت ایک قطب الاقطاب کی سرپرستی میں تمام کائنات سے منہ موڑ کر تسلیم و رضا کے ابواب یاد کر رہی تھی۔ یہ دین حنیف کے وہ شہسوار ہیں جو کہ ہر زمانے میں کائنات کے کسی نہ کسی گوشے میں اسی طرح تربیت پاتے ہیں۔ (ماخوذ از انوار الایت)

ذریعہ معاش :

حضرت لاہوری نے امامت، خطابت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تمام تبلیغی دینی امور اور نکاح وغیرہ کو بھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔

(۱) لاہور سکونت اختیار کی تو ذریعہ معاش کچھ نہ تھا گھر میں کئی کئی روز فاقہ رہتا مگر آپ نے کبھی اپنے دونوں مریبوں کے سامنے ذکر بھی نہیں کیا، ایک دفعہ حضرت غلام محمد دین پوری نے خود ہی فرمایا بیٹا! گھر کے برتن مانجھ کر رکھ دیا کرو اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ اللہ کرتے رہو، اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ بہت رزق عطا فرمائیں گے۔ حضرت لاہوری نے بتایا کہ اس کے بعد رزق کے دروازے کھل گئے۔ (زبد القوی ص: ۱۲۸)

(۲) جناب قاضی محمد عدیل عباسی ایڈیٹر زمیندار ۱۹۲۲ء لاہور اپنے ایک مضمون ”حضرت مولانا احمد علی“ میں لکھتے ہیں کہ :

”جمہرات کا پورا دن اور جمعہ کی نماز سے پہلے کا وقت ان ڈیڑھ دنوں میں مولانا اپنی معاش کا بندوبست فرماتے، کبھی کتابوں کی کتابت کرتے، کبھی صابن سازی کرتے، میں نے خود تو صابن بناتے نہیں دیکھا، شاید یہ کام گھر میں کرتے تھے لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے، ڈیڑھ دن کی اس آمدنی سے پورے ہفتے کے گھر کا خرچ چلاتے اور سارے اوقات دینی کاموں میں صرف فرماتے۔ یہ آمدنی انتہائی قلیل

ہوتی تھی، میں نے سنا ہے بعض اوقات پورا گھر بھنے پھرنے پر وقت گزار دیتا، مگر بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ شان خود داری اور فقر و استغناء میں کوئی فرق آئے۔

(۳) قاضی محمد عدیل عباسی صاحب اسی مضمون میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ :

”جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا، واپسی پر گورکھ پورہ کے لوگ سخت اصرار کر کے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں لے گئے آپ نے تقریر میں درس قرآن جاری فرمانے پر زور دیا، اس انوکھی بات کا لوگوں کے ذہنوں پر بڑا اچھا اثر پڑا، یہ تقریر پر وگرام تھا اور زمانے کی روش سے ہٹا ہوا۔ جب آپ واپسی کے لئے سٹیشن پہنچے تو متعلقین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے۔ مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کہہ دے نذر ہے، یہ کہہ کر مالٹا چاہا کہ کرایہ ہے تو فرمایا لاہور سے کلکتہ اور واپسی کا خرچ جمعیت العلماء ہند نے دے دیا، آپ لوگ سٹیشن سے تانگہ پر لے گئے اور واپس لائے اپنے ہاں کھانا کھلایا، میرا تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوا تو پھر کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہا کہ حضرت نذر سمجھے کر رکھ لیجئے، تو حضرت شیخ الشفیر نے نذر قبول کرنے سے انکار فرمایا۔“ (زبدتونی ف ۱۲۹)

زبد و ورع :

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مشہور زمانہ ناظم و قاضی العلماء لکھنؤ، مایہ ناز اویس، غلیظہ مجاز حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری سے

۱۹۳۹ء سے نیاز حاصل تھا، علمی و باطنی تلمذ کا شرف حاصل ہے، آپ کی خدمت اقدس میں کئی مکی ماہ قیام کی سعادت سے مشرف ہوا آپ کا سب سے زیادہ روشن امتیازی وصف زہد و ورع، احتیاط اور زاهدانہ و مجاہدانہ زندگی ہے۔ آپ انجمن خدام الدین کے امیر اور بانی صدر انجمن تھے جس کے تحت مدرسہ قاسم العلوم، مدرسۃ البنات، ہفت روزہ خدام الدین مکتبہ کی دوسری خدمات کثیر التعداد تعلیمی رسالہ کا اجراء، ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید اور دیگر دینی سرگرمیاں سب مولانا کی محنت، اخلاص اور مقبولیت کی رہین منت تھیں، لیکن یہ امر حیرت ناک ہے کہ آپ کی یہ تمام خدمات اعزازی اور رضا کارانہ تھیں اور آپ ان تمام اداروں سے ایک پیسہ بھی لینے کے روادار نہ تھے اور نہ ہی ان اداروں سے کبھی اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل کی حتیٰ کہ ہفت روزہ خدام الدین بھی خرید کر پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ آپ سخت علیل ہو گئے، معالجین نے جو دوا غذا کا نظام بنایا اس کی آپ کی زاهدانہ زندگی میں کہیں گنجائش نہ تھی، اراکین نے یہ سمجھ کر کہ ان تمام اداروں کا وجود مولانا کے دم سے ہے آپ کے علاج معالجہ پر کچھ خرچ انجمن کے خزانہ سے کر دیا۔ آپ کو صحت مند ہونے کے بعد جب یہ معلوم ہوا تو سخت جزبہ ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ناجائز کھلا دیا اور پورا حساب اپنے پاس سے بے باق کر دیا۔

انتہائی عسرت اور نہایت سادگی :

مدرسہ قاسم العلوم کی طالب علمی کے دوران میں واقفین حال سے کئی دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت کے ہاں کبھی کبھی فاقہ ہوتا ہے جبکہ طلبہ کے لئے بڑی فراوانی کے ساتھ کھانے پکھنے اور ہم سب طلباء آسودہ ہو کر کھاتے لیکن مجال نہ تھی کہ مولانا کے ہاں اس میں سے ایک دانہ بھی پہنچ جاتا یا ان کے گھر کا کوئی بچہ کبھی اس کھانے سے مستفید ہوتا حالانکہ آپ کا

دولت خانہ مدرسہ کے عقب میں تھا اور درمیان میں صرف ایک پتی سی گلی تھی۔ ہم لوگوں کو خوب اندازہ تھا کہ مولانا کے ہاں انتہائی عسرت اور نہایت سادگی کے ساتھ گزراں ہوتی ہے، ہفتہ میں ایک آدھ دن کوئی مزدوری کا کام کر لیتے جس سے پورے ہفتہ اہل وعیال کی گذراں کا بندوبست ہوتا، اگر کوئی مہمان آ جاتا تو اخفاء حال کے لئے کھانے کا انتظام باہر سے فرماتے۔ انجمن کے کسی خادم یا منتظم کو کچھ نقد عنایت فرما کر مہمانوں کی میزبانی ہوتی۔

میں گھر میں خبر دینا بھول گیا :

رمضان المبارک میں عام طور پر غریب مسلمانوں کے ہاں بھی کچھ نہ کچھ اہتمام اور تکلف ہو ہی جاتا ہے لیکن مولانا کے ہاں اتنا بھی اہتمام نہ پایا۔ افطار عام طور پر پنجاب کے رواج کے مطابق چھوہارے یا پانی سے ہو جاتا تھا، ایک روز مولانا نے فرمایا آج کھانا میرے ساتھ کھانا، نماز مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہوئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا، مولوی ابوالحسن میں گھر میں خبر دینا بھول گیا کہ آج آپ ساتھ کھانا کھائیں گے، یہ فرما کر مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا، گھر پہنچے تو سادہ روٹی اور ماش کی دال سامنے تھی، آپ نے میری خاطر دلی کا اہتمام فرمایا۔ (زبدتقی ۱۳۱)

دنیا جیتی جاگتی جنت :

حضرت مولانا احمد علی لاہوری اپنی زندگی کا واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں :

”میرے سسر بڑے دانشمند تھے، انہوں نے مجھے اس وقت پہچان لیا جب احمد علی احمد علی نہیں تھے۔ اب تو احمد علی احمد علی ہیں۔ میرے سر کی بچی جب جوان ہوئی تو انہوں نے اس کے لئے ایک قابل اور نیک بندہ ڈھونڈنے کیلئے مدارس کا دورہ کیا اور دیوبند پہنچے۔ حضرت لاہوری کے

بارے میں پتہ چلا تو ان کے حالات معلوم کئے اور استادوں کے ذریعے بات طے ہو گئی۔ نکاح کے بعد بیوی کو لے آئے، بڑی تگ و سوت سے وقت گزارا حتیٰ کہ بیوی میاں کئی کئی دن پتے کھا کر گزارا کرتے۔ بیوی جب میکے واپس گئی تو ماں کے پوچھنے پر کہا کہ ماں میں تو سنتی تھی کہ مرکز جنت میں جائیں گے میں تو دنیا میں ہی جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی صابرو و شاکرہ بیوی عطا کی۔ ان کے صبر کی برکت سے پھر رزق کے دروازے کھلتے گئے، حتیٰ کہ پھر ایسا بھی وقت آیا کہ سرگودھا کے کھیار خاندان کی عورتیں برکت کے لئے حضرت کے گھر جھازو دینے کے لئے آئیں تھیں۔“ (جاس فیروز ۸۶)

کمال سادگی :

آپ (حضرت لاہوری) سفر و حضر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ نواب بہاولپور کی دعوت پر بہاولپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کی طرف سے استقبال کے لئے ریلوے سٹیشن پر وزیراعظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے۔ حضرت جب پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے تو آپ کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک مصلیٰ تھا جس کے ساتھ ایک جیب سی لگی ہوئی تھی۔ اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لیا کرتے تھے۔ وزیر صاحب نے حضرت سے معلوم کیا کہ سامان اور خدام کس ذبے میں ہیں حضرت نے فرمایا :

”میرا سامان صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے، خادم وغیرہ کوئی ساتھ نہیں، چنانچہ اس سادگی میں تشریف لے گئے۔“ (زبدتقی ۱۳۱)

لے کر احکامات لینے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرت کے گھر کے سامنے جمع تھے۔ کئی چار پائیاں سڑک پر بھی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوا کسی نے مغبری کی ہے کہ حضرت کا تعلق بھگت سنگھ اور دت کی دہشت پسند انتہائی تنظیم سے ہے۔ حضرت کے گھر میں اس تنظیم نے بم چھپائے ہیں جو گھر میں کسی کوٹھری میں چھپا رکھے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ انسپکٹر سی آئی ڈی اپنے ماتحت اسٹاف کو ساتھ لے کر خانہ تلاشی کر رہے ہیں۔

حضرت اپنے فرزند عبید اللہ انور سلمہ کو جن کی عمر اس وقت غالباً دو تین سال کی تھی گود میں لئے ٹہل رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا تم ذرا بچے کو گود میں لے لو تو میں اندر ہواؤں۔ میں نے صاحبزادہ بلند اقبال کو اپنی گود میں لے لیا اور ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت آگے آگے اور سی آئی ڈی کا اسٹاف پیچھے پیچھے مکان سے برآمد ہوئے اور سب لوگ چار پائیوں پر بیٹھ گئے۔ سکھ انسپکٹر نے حضرت سے کہا مولوی صاحب! مجھے ندامت ہے اس مغبر نے بالکل جھوٹی اطلاع دی تھی۔ دو بارہ اسے مغفلات دینے کے بعد اس نے کہا آپ مجھے معاف کر دیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے تم نے تو اپنا فرض منصبی انجام دیا، لیکن تمہیں مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ ”معاف کیا“۔

اس پر اس سکھ افسر نے شکر یہ ادا کیا اور کہا مولوی صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا شوق سے پوچھو۔ اس نے کہا میں نے آپ کے سارے گھر کی تلاشی لی ہے۔ اس لئے باورچی خانے کی تلاشی بھی لی ہے، نہ تو آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ باورچی خانے میں نمک و مرچ، ہلدی گرم مصالحہ، اور گ و پیاز یا رات کی بای روٹی ہے، آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (اس نے واقعی تلاشی لی تھی، ہر ذرہ کھول کر دیکھا تھا) تو آپ کھاتے کہاں سے ہیں اور

ہوتی تھی، میں نے سنا ہے بعض اوقات پورا گھر بیٹے چنے پر وقت گزار دیتا، مگر بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ شان خود داری اور فقر و استغناء میں کوئی فرق آئے۔

(۳) قاضی محمد عدیل عباسی صاحب اسی مضمون میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ :

”جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا، واپسی پر گورکھ پور کے لوگ سخت اصرار کر کے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں لے گئے آپؑ نے تقریر میں درس قرآن جاری فرمانے پر زور دیا، اس انوکھی بات کا لوگوں کے ذہنوں پر بڑا اچھا اثر پڑا، یہ تعمیری پروگرام تھا اور زمانے کی روش سے بنا ہوا۔ جب آپؑ واپسی کے لئے سٹیشن پہنچے تو مشغلین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے۔ مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کہہ دے نذر ہے، یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ کرایہ ہے تو فرمایا لاہور سے کلکتہ اور واپسی کا خرچ جمعیت العلماء ہند نے دے دیا، آپؑ لوگ سٹیشن سے تانگہ پر لے گئے اور واپس لائے اپنے ہاں کھانا کھلایا، میرا تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوا تو پھر کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہا کہ حضرت نذر سمجھ کر رکھ لیجئے، تو حضرت شیخ الشفیر نے نذر قبول کرنے سے انکار فرمایا۔“ (زبدتونی ص ۱۲۵)

زہد و ورع :

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مشہور زمانہ ناظم ندوۃ العلماء تھے، ماجہ ناز ادیب، خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ سے

۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھا، علمی و باطنی تہذیب کا شرف حاصل ہے، آپؑ کی خدمت اقدس میں سچی کئی ماہ قیام کی سعادت سے مشرف ہوا آپؑ کا سب سے زیادہ روشن امتیازی وصف زہد و ورع، احتیاط اور زاهدانہ و مجاہدانہ زندگی ہے۔ آپؑ انجمن خدام الدین کے امیر اور بانی صدر انجمن تھے جس کے تحت مدرسہ قاسم العلوم، مدرسہ البانات ہفت روزہ خدام الدین مکتبہ کی دوسری خدمات کثیر التعداد تبلیغی رسالہ کا اجراء، ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید اور دیگر دینی سرگرمیاں سب مولانا کی محنت، اخلاص اور مقبولیت کی رہین منت تھیں، لیکن یہ امر حیرت ناک ہے کہ آپؑ کی یہ تمام خدمات اعزازی اور رضا کارانہ تھیں اور آپؑ ان تمام اداروں سے ایک پیسہ بھی لینے کے روادار نہ تھے اور نہ ہی ان اداروں سے کبھی اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل کی حتیٰ کہ ہفت روزہ خدام الدین بھی خرید کر پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ آپؑ سخت علیل ہو گئے، معالجین نے جو دوا و غذا کا نظام بنایا اس کی آپؑ کی زاهدانہ زندگی میں کہیں گنجائش نہ تھی، اراکین نے یہ سمجھ کر کہ ان تمام اداروں کا وجود مولانا کے دم سے ہے آپؑ کے علاج معالجہ پر کچھ خرچ انجمن کے فذ سے کر دیا۔ آپؑ کو صحت مند ہونے کے بعد جب یہ معلوم ہوا تو سخت جزبہ ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ناجائز کھلا دیا اور پورا حساب اپنے پاس سے بے باقی کر دیا۔

انتہائی عسرت اور نہایت سادگی :

مدرسہ قاسم العلوم کی طالب علمی کے دوران میں واقفین حال سے کئی دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت کے ہاں کبھی کبھی فاقہ ہوتا ہے جبکہ طلبہ کے لئے بڑی فراوانی کے ساتھ کھانے پکیتے اور ہم سب طلباء آسودہ ہو کر کھاتے لیکن مجال نہ تھی کہ مولانا کے ہاں اس میں سے ایک دانہ بھی پہنچ جاتا یا ان کے گھر کا کوئی بچہ کبھی اس کھانے سے مستفید ہوتا حالانکہ آپؑ کا

مریدین و معتقدین کے ہاں کھانے سے گریز :

نواب مظفر خان مرحوم کی اہلیہ کو خواب میں ہدایت ملی کہ وہ آپ سے دلائل الخیرات کی اجازت لیں۔ حضرت نے نواب صاحب کی درخواست پر ان کی اہلیہ کو بیعت فرمایا۔ دلائل الخیرات کی اجازت دے دی، مگر اس قدر روحانی تعلق اور ان کے بے حد اصرار کے باوجود ان کے ہاں بھی کبھی کھانا نہیں کھایا، حتیٰ کہ ایک مرتبہ انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے نواب حبیب الرحمن خاں شیروانی تشریف لائے، تو نواب مظفر خان صاحب نے نواب حبیب الرحمن خاں شیروانی سے سفارش کروادی۔ حضرت نے منظور تو فرمایا، مگر جب گھر تشریف لائے تو یاد آیا کہ اسی وقت کی دعوت نواں محلہ کے ایک بڑھئی کی منظور فرما چکے ہیں تو آپ نے معذرت کا رقعہ بھیج دیا اور اس طرح اس دعوت طعام سے علیحدہ رہے۔ (زبدتونی ص ۱۳۳)

پولیس کو تلاشی میں گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی نہ ملا :

پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی شارح اقبالیات فرماتے ہیں کہ انجمن حمایت الاسلام لاہور نے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی فرمائش پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ”اشاعت اسلام کالج“ قائم کیا تھا تا کہ آریوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان مبلغین اور مناظرین تیار کئے جاسکیں۔ کالج کی کمیٹی کے صدر مولانا احمد علی اور سیکرٹری شیخ عظیم اللہ مرحوم ایڈوکیٹ منتخب ہوئے۔ بحیثیت پرنسپل میرا تقرر کیا گیا۔ کالج یانیا قائم ہوا تھا۔ اس لئے انتظامی معاملات میں ہدایات لینے کے لئے مجھے اکثر اوقات حضرت لاہوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔

یہ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے، حسب معمول دن کے دس ساڑھے دس بجے کالج کی ڈاک

نے کراہکامات لینے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرت کے گھر کے سامنے جمع تھے۔ کئی چار پائیاں سڑک پر پھٹی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوا کسی نے مخبری کی ہے کہ حضرت کا تعلق بھگت سنگھ اور دت کی دہشت پسند انقلابی تنظیم سے ہے۔ حضرت کے گھر میں اس تنظیم نے بم چھپائے ہیں جو گھر میں کسی کوخبری میں چھپا رکھے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ انسپکٹر آئی ڈی اپنے ماتحت اسٹاف کو ساتھ لے کر خانہ تلاشی کر رہے ہیں۔

حضرت اپنے فرزند عبید اللہ انور سلمہ کو جن کی عمر اس وقت غالباً دو تین سال کی تھی گود میں لئے ٹہل رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا تم ذرا بچے کو گود میں لے لو تو میں اندر بند آؤں۔ میں نے صاحبزادہ بلند اقبال کو اپنی گود میں لے لیا اور ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت آگے آگے اور سی آئی ڈی کا اسٹاف پیچھے پیچھے مکان سے برآمد ہوئے اور سب لوگ چار پائیوں پر بیٹھ گئے۔ سکھ انسپکٹر نے حضرت سے کہا مولوی صاحب! مجھے ندامت ہے اس مخبر نے بالکل جھوٹی اطلاع دی تھی۔ دو بار وہ اسے مغفلات دینے کے بعد اس نے کہا آپ مجھے معاف کر دیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے تم نے تو اپنا فرض منصبی انجام دیا، لیکن تمہیں مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ ”معاف کیا“۔

اس پر اس سکھ افسر نے شکریہ ادا کیا اور کہا مولوی صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا شوق سے پوچھو۔ اس نے کہا میں نے آپ کے ہمارے گھر کی تلاشی لی ہے۔ اس لئے باورچی خانے کی تلاشی بھی لی ہے، نہ تو آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ باورچی خانے میں نمک و مرچ، ہلدی گرم مصالحہ، اور نہ وہیاز یا رات کی باسی روٹی ہے، آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (اس نے واقعی تلاشی لی تھی، ہر ذہ کھول کر دیکھا تھا) تو آپ کھاتے کہاں سے ہیں اور

یہ سن کر حضرت مسکرائے اور فرمایا :

”ہم فقیروں کا قانون حیات یہ ہے کہ اگر اللہ نے بھیج دیا ہے تو کھانی لیتے ہیں ورنہ روزہ رکھتے ہیں۔ ہمارے بچے بھی اس کے عادی ہیں، چنانچہ جس دن گھر میں کچھ نہیں ہوتا تو یہ بچہ (عبید اللہ انور) بھی اپنی ماں کی طرح صرف پانی پر گزارہ کرتا ہے۔ فقیر تو آخرت کی فکر کرتا ہے۔ روٹی کی فکر نہیں کرتا۔ ہم تو فقیر ہیں ہمارا رازق اللہ ہے۔“

یہ سن کر اس سکھ انسپکٹر اور اس کے غیر مسلم شاف کی آنکھوں میں آنسو آ گئے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا کہ :

”واہ گرو کی کرپا سے آج ایک رشی مہاتما کے درش ہو گئے اور اس نے اپنے کوٹ کے بن کھول کر دس روپے کا نوٹ نکال کر حضرت کے چہروں میں ادھن کر دیا۔“

یہ اسی کے الفاظ ہیں یعنی رقم آپ کے قدموں میں بطور نذر پیش کرتا ہوں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا :

”انسپکٹر صاحب! تم نے دیکھ لی میرے اللہ کی کار سازی اور غریب نوازی! یہ کہہ کر آپ نے اپنے مرید سے کہا لو بھائی یہ نوٹ لے جاؤ اور کھانے پینے کا سامان لے آؤ۔ یہ فرما کر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

کار ساز مانتے کار ما
فکر ماور کار ما آزار ما

”و من یق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحسب۔“

ایک دن غالباً ۲۱/۱۹۶۰ء میں مجھ سے فرمایا ”اللہ کا معاملہ میرے ساتھ بڑا عجیب ہے۔ میں کلمہ حق کہنے کی پاداش میں ۱۳ مرتبہ قید جلاؤ کا ہوں اور اللہ ۱۳ بار ہی مجھے اسے گھر

(خانہ کعبہ) بلا چکا ہے۔ (ایک حج بعد میں کیا) (زبدتوقی ص ۱۳۸)

بے سرو سامانی کی کیفیت دیکھ کر ڈاکٹر کی خدام کو تنبیہ :

کیپٹن غازی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں : ”لاہور کی زندگی کے ابتدائی ایام پر ہی غور کریں۔ کس قدر سیرت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے۔ اللہ اللہ! گرمی کا موسم ہے اور حضرت بیمار ہو گئے، ڈاکٹر بلایا گیا، اس نے گھر کے اثاثے کا جائزہ لیا تو چند مٹی کے برتن نظر پڑے وہ بھی خالی ظرف بے مظروف نہیں۔ چار پائی پر بستری نہیں۔ ایک تہ بند اوپر ڈالا ہے مکان کی تنگی سے ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب معائنہ کرنے بعد نیچے اترے اور ہمیں کوسنانے لگے کہ اتنا جید عالم اور اس کے گھر کی یہ حالت۔ ہوش کے ناخن لیں اور سب سے پہلے مکان تبدیل کر دیں۔“

دوستو! اگر ایک ایسا وقت تھا تو آخر صبر اور توکل سے ایسا وقت بھی آیا کہ حضرت معاذ اہل و عیال چودہ بار حرمین شریف پہنچے اور ایک دفعہ واپس تشریف لا کر فرمایا :

”اس دفعہ تو ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اور عزیز حافظ حبیب اللہ کی کئے

مدینے میں خاطر و مدارت اس کے علاوہ۔“

یہ ہے قرآن پر عمل کا نتیجہ۔ جب توکل اختیار کرنے والا توکل کرتے ہوئے ذکر و شکر سے کام لیتا ہے اور صبر و نماز سے مدد لیتا ہے تو اللہ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر وہ دیتا ہے تو بغیر حساب دیتا ہے گھیسر پھاڑ کر دیتا ہے وہاں سے دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو، کسی امیر یا رئیس کو اتنی دفعہ حجاز جانا میسر نہیں ہوا، جتنی دفعہ حضرت کو اس ارض مقدس میں پُر رید ہوائی جہاز جانا نصیب ہوا۔

صاحبزادوں کی تربیت میں احتیاط :

حضرت لاہوریؒ کے صاحبزادے حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم نے یہ واقعہ خود مجھ سے بیان فرمایا کہ وہ تالاب پر بیٹھے روٹی کھا رہے تھے کہ حضرت لاہوریؒ تشریف لائے اور پوچھا یہ کھانا کہاں سے لیا ہے، حافظ حمید اللہ صاحب نے کہا کہ طلبہ کے کھانے میں سے لیا ہے، یہ سن کر حضرتؒ نے ایک چیت رسید کی اور اپنی جیب سے دو آنے نکال کر دیئے کہ جا کر منشی کے پاس طلبہ کے اس کھانے کی قیمت جمع کرا کے آؤ۔ طلبہ کے اس کھانے میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

حالانکہ یہ سب محض آدمی روٹی اور تھوڑا سا آلو کا سالن تھا، قیام پاکستان سے پہلے جب کا یہ واقعہ ہے، اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہ تھی۔ (زبدِ وقوف ص ۱۳۵)

ساری رات سردی برداشت کی لیکن سوال نہیں کیا :

انہی کا قصہ ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تحریک حریت کی حمایت شیخ العرب حضرت مدنیؒ کی رفاقت اور اکابر علماء دیوبند کے پیغام جہاد و حریت کی پاداش میں شیخ لاہوریؒ کو دوا خون ضلع جالندھر میں قید کر دیا گیا، کھانے پینے کے لئے کچھ پاس نہ تھا، تن پر باریک کپڑے کا صرف ایک کرتہ تھا۔ نو مہرود ممبر کی شدید سختی راتیں آپ نے اس لباس میں گزار دیں۔ تھانے کے قریب کی مسجد میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں کے ایک صاحب یہ کہہ دیا کرتے۔ "اگر آپ فرمائیں تو ہسٹر لادوں۔" مگر حضرت لاہوریؒ فرماتے اللہ جس حال میں رکھے راضی ہوں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مختصر مختصر کرشب بھر کی بیداری برداشت کر لیتے مگر سوال کی ذلت سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔

تبلیغی جلسہ میں شرکت کیلئے غیبی امداد :

امام الہدی حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا کہ اوکاڑہ شہر کے وسط میں اللہ کے فضل و کرم سے ایک نہایت دیدہ و زیب اور عظیم الشان مسجد تاج المساجد کے نام سے ابھی زیر تعمیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی جامعہ عثمانیہ قائم ہے اور اس مسجد کے نیچے مسجد اور مدرسے کے اخراجات کے لئے سینکڑوں دکانیں ہیں۔ یہ مسجد حضرتؒ کے ایک جانشین مرید قاضی عبدالرحمن صاحب کے خواب کی نہایت پاکیزہ تعمیر ہے۔

قاضی صاحب نے ایک گزشتہ اجلاس کا عجیب و غریب واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں نیا نیا اوکاڑہ میں آیا تو یہاں ہمارے ہم خیال کم تھے۔ میں نے ایک عظیم الشان جلسے کے انعقاد کا اہتمام کیا اور حضرتؒ کے علاوہ کچھ اور مقررین کو شرکت کی دعوت دی۔ جب حسب عادت حضرتؒ نے شرکت کا مشروطہ وعدہ فرمایا کہ ہم اگر اللہ کو منظور ہوا تو حاضر ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وقت پر کرایہ مہیا فرمادیا تو انکار نہیں، اگر کرایہ نہ بھجوا یا تو پھر مجھے معذور سمجھیں۔ قاضی صاحب فرمانے لگے کہ میں جلسہ شروع کرا کے لوگوں کے بار بار حضرتؒ کے متعلق پوچھنے سے کہ آئے ہیں یا نہیں؟ سخت پریشان ہو گیا کہ حضرتؒ تو تشریف لائے نہیں اور دنیا مجھے چھوڑے گی نہیں۔ پروپیگنڈا میں نے کافی کیا ہوا تھا، چنانچہ مجھے خیال گزرا کہ حضرتؒ نے مشروطہ وعدہ فرمایا تھا اور شاید کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لائے ہوں میں جلسہ شروع کرا کے لاہور روانہ ہو گیا کہ منت سماجت کر کے اور اپنے خرچے سے انہیں لے آؤں۔

جب لاہور پہنچا تو حضرتؒ مکان پر تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا :
"حضرت! جلسہ شروع ہو چکا ہے، اوکاڑہ میں ایک دنیا آپ کا انتظار کر رہی

ہے آپ سب میں تشریف لے جانے کا کوئی خیال ہے یا نہیں؟

تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ :

”آپ کو میری شرط تو یاد ہی ہوگی؟ وہ شرط اگر پوری ہوگئی ہوتی تو میں آپ کے پاس ہی ہوتا۔ ان حالات میں اپنے اصول کی بناء پر مجبور ہوں۔“

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بڑا اصرار کیا کہ :

”حضرت! اس دفعہ میرے نکت پر تشریف لے چلیں میں انہیں کس طرح منہ دکھاؤں؟ اس دفعہ جیسا بھی ہو آپ تشریف لے چلیں، پھر دیکھی جائے گی۔“

حضرت نے فرمایا کہ :

”میں کسی کے کہنے پر اپنے اصول سے روگردانی نہیں کیا کرتا، آج آپ کے کہنے سے اپنے اصول نظر انداز کر دوں، کل دوسروں کو پھر کس طرح جواب دے سکوں گا؟ یہ بات ہونی بڑی مشکل ہے۔“

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں بڑا پریشان اور مایوسی کی تصویر بنا کھڑا تھا اور اوکاڑہ واپس جانے کی مجھے ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے آتے ہی حضرت سے مصافحہ و معائنہ کیا اور کچھ ان کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا :

”حضرت! یہ جناب کے کسی تبلیغی دورے میں خرچ کرنے کے لئے

ہے۔“

قاضی صاحب کہتے ہیں اس واقعہ کو دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا حضرت نے مسکراتے

دور قریب سے ہاتھ میں تھموا دیں اور مجھے کہا کہ :

”میں اسٹیشن آتا ہوں، تم چل کے نکت لو۔“ قاضی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ میری خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی، مارے خوشی کے آنسو بہہ نکلے اور میں خوشی خوشی اسٹیشن پہنچا، اپنا اور حضرت کا نکت لے کے گاڑی میں جگہ محفوظ کرنے کے لئے آگیا اور پھر بڑی بے چینی سے حضرت کا انتظار کرنے لگا، مگر انتظار بسیار کے باوجود حضرت تشریف نہ لائے اور گاڑی لاہور اسٹیشن سے چل دی۔ میرا ایک قدم گاڑی کے اوپر ایک قدم نیچے سخت اضطراب میں تھا نہ گاڑی پر سوار ہونے کی جرأت ہوتی تھی نہ اترنے کی ہمت پڑتی تھی۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ آفر گاڑی لاہور کے اسٹیشن سے چل کر باہر شید کے پاس نہ معلوم کس وجہ سے چند منٹ کے لئے رُک گئی، میں پھر گاڑی سے اتر کر اسٹیشن کی طرف نظریں دوڑا رہا تھا کہ اتنے میں دور سے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے حضرت آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ قاضی صاحب کہتے ہیں میری اس کیفیت مسرت و انبساط کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، حضرت نے گاڑی پر قدم رکھا تھا کہ گاڑی چھوٹ گئی اور اس طرح منزل مقصود پر جب پہنچے تو رات کے نو دس بجے کا وقت تھا اور گرمیوں کی راتیں تھیں، جلسہ بڑی کامیابی سے ہو رہا تھا کہ حضرت کے پہنچنے ہی لوگوں کی بھی خوشی کی حد نہ رہی۔“

ہیں، ان سے اگر انتہاء کیجئے تو یہ کام ہو جائے۔ غرض وہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مطلب کیا۔ حضرت نے بشارت فرمائی۔ بادشاہ نے وزیر صاحب کو بلا کر اعزاز بخشا، وزیر صاحب دو ہزار روپیہ نذرانہ لائے۔ حضرت نے فرمایا:

”روپیہ ہم کیا کریں گے، تم اس روپیہ کے قرآن چھپوا دو۔“

پھر آپ لکھنؤ سے چلے گئے اور ایک برس کے بعد پھر لکھنؤ آنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں قرآن مجید چھپے ہوئے تیار تھے۔ وزیر کو خبر ہوئی، ایک اونٹ پر تمام جلدیں قرآن مجید لدوا کر اور ہمزید انبساط ایک گھوڑا مع ساز و براق ساتھ لے کر آئے اور نذر کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور وہاں سے سندیلہ کی طرف روانہ ہوئے اور سندیلہ تک سارے قرآن شریف بانٹتے آئے، بلکہ اونٹ بھی دے دیا اور محتاجوں کو گھوڑے کا ساز و سامان و براق تک تقسیم کر دیا اور آخر میں گھوڑا بھی کسی کو عطا فرما دیا۔ (تذکرہ فضل الرحمن ص ۶۵)

صحابہؓ ایک خرما پر قناعت کرتے تھے:

مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھنؤئی نے فرمایا کہ:

”جب حضرت مولانا فضل الرحمن حج مراد آبادی لکھنؤ تشریف لائے تو مطبع مصطفائی میں ٹھہرے۔ ہم بھی حدیث پڑھنے کو جاتے تھے۔ آپ کے مکان سے بنجارہ آیا، ہم نے خبر دی کہ حضرت وطن سے آدمی آیا ہے، اس سے خیریت دریافت کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ”ہاں! بلاؤ کہاں ہے؟“ وہ حاضر کیا گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ ”کہو وطن میں کوئی مرا تو نہیں؟“ اس نے کہا کہ ”نہیں صاحب کوئی نہیں مرا نہیں ہے۔“ پھر جب وہ جانے لگا تو اس نے میر صاحب علی صاحب سے کہا گھر میں خرچ

مانگا تھا۔“

میر صاحب علی صاحب نے کہا کہ:

”حضرت! عورتوں نے کچھ خرچ مانگا ہے۔“

آپ نے فرمایا کہ:

”خدا کی پناہ! سولہ سیر باجرہ اور سوہ سیر جواریہم دے کر آئے، یہ سب کھا گئیں غضب خدا کا، جنگ جوک میں صحابہؓ کو ایک خرما روز دیا جاتا تھا، اسی پر قناعت کرتے تھے۔“

الخصر اپنے گھر والوں کو کچھ نہیں دیا۔ باوجودیکہ شرف الدولہ نے کئی ہزار روپیہ آپ کو دیا تھا، وہ روز تقسیم ہوتے تھے۔ اس میں سے ڈیڑھ سو روپیہ لیا گیا تھا، مگر اس کو بھی لینے دینے کے لئے رکھا تھا کہ کوئی مستحق آ جاوے گا تب کام آوے گا۔ پہلے روز جو روپیہ آیا تو آپ نے عبدالرحمن صاحب سے پوچھا کہ:

”بخاری شریف تمہارے پاس کتنے جلد ہے؟“ انہوں نے کہا: ”بیس جلد“ فرمایا: ”قیمت کیا ہے؟“ کہا: ”تیس روپے“ آپ نے فرمایا کہ ”ہم نے لے لیا۔“ پھر پوچھا کہ ”مسلم شریف وغیرہ کس قدر ہیں؟“ غرض جتنی کتابیں فقہ کی تھیں، سب خرید لیں اور پھر تقسیم کرتے تھے۔ آخر بنجارہ کو میر صاحب علی خان صاحب نے اپنے پاس سے تین روپیہ نکال کر دیئے اور اس کو رخصت کیا۔“ (تذکرہ فضل رحمان ص ۶۶)

لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو:

امروہہ کے مولوی محبت اللہ خان صاحب نے بیان فرمایا کہ:

”ہم سے نواب کلب علی خان والی ریاست رامپور بے تکلفی رکھتے تھے اور بہت محبت کرتے تھے، ایک دن نواب صاحب نے ہم سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہم کو بہت تمنا ہے کہ: ”مولانا فضل الرحمن محدث اس رامپور میں ہمارے یہاں تشریف لائیں تو خوب ہو، کیونکہ سب اہل علم ہرفن کے مجتمع ہیں، مگر وہی ایک صاحب یہاں نہیں ہیں کہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے صحبت یافتہ ہیں۔“

اس پر مولوی صاحب موصوف نے نواب صاحب موصوف سے کہا کہ: ”اگر ان کو ہم لائیں تو کیا آپ ان کے لئے نذر کریں گے؟“ نواب صاحب نے کہا کہ: ”ایک لاکھ روپیہ مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔“ چنانچہ مولوی محبت اللہ خان مراد آباد پٹنچے اور مولانا سے ملے، سب قسم باتوں کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ: ”رامپور تشریف لے چلے، نواب کلب علی خان آپ کے بہت مشتاق ہیں اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے۔“ آپ جس طرح بات کر رہے تھے، اسی طرح کرتے رہے اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا اور فرمایا کہ: ”میاں! لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو اور بات سنو۔“

جو ہم دل پہ ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو یہ از جام جم دیکھتے ہیں
اور پھر وہی عشق و معرفت کی کہانی کرتے رہے۔ (تذکرہ فضل الرحمن ص ۷۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

محبت استاد کو آٹھ سو کی تنخواہ پر ترجیح:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حدیث کی مشہور کتاب الہوداؤد شریف بڑی محنت اور قابلیت سے پڑھا رہے تھے کہ حیدر آباد سے خط آیا جس میں لکھا تھا ”دائرۃ المعارف“ میں تنہائی کے اسماء الرجال پر مستقل تالیف کا فیصلہ ہوا ہے مجلس نے دو فاضلوں کا انتخاب کیا ہے، ایک علامہ انور شاہ کشمیری کا اور دوسرا آپ کا تاہم دائرہ کار تھان آپ کی طرف زیادہ ہیں آٹھ سو روپیہ تنخواہ، سرکاری موٹر، مکان، ڈیوٹی چار گھنٹے، کتب خانہ آصفیہ وقف، مزید مراعات حسب منشاء۔۔۔۔۔ مگر حضرت شیخ الحدیث نے شدید مقررہ ہونے کے باوجود سہارنپور کی بیس روپے، فقر و درویشی اور صحبت استاد کو اس پر ترجیح دی اور جواب میں لکھ دیا۔۔۔۔۔ ع مجھے جینا ہی نہیں بندہ احسان ہو کر

(ارباب علم و کمال ص ۹۶)

فراق استاد کی وجہ سے ۱۲۰۰ تنخواہ کی پیشکش مسترد کی:

اسی طرح مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۲۰۰ روپے تنخواہ کی پیشکش ہوئی بخاری و ترمذی اور شیخ الحدیث کا منصب اس پر مستزاد جواب میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے لکھا کہ: ”یہ آپ کا حسن ظن ہے یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں۔“

اس کے پس منظر میں اپنے استاد کا فراق اور خدمت کے چھوٹ جانے کا اندیشہ

تھا جس کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھے۔ (ارباب علم و کمال ص ۹۶)

مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوریؒ کے گھر والے ایک دفعہ سہارنپور میں موجود نہیں تھے اس وقت حضرت اپنے لئے مدرسہ کے مطبخ سے ایک خوراک اپنے نام جاری کروا رکھی تھی۔ ایک طالب علم جو حضرت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے وہ اپنا کھانا بھی مدرسہ سے لاتے تھے، ایک دن انہوں نے کہا کہ :

”آپ کے پیالہ میں شور بہ زیادہ ہوتا ہے اور میرے میں کم اور یہ اس لئے ہے کہ مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے۔“

حضرت نے دونوں پیالوں کو دیکھا تو واقعی حضرت شیخ کے پیالہ میں تار (اوپر کا روغن) زیادہ تھا۔ حضرت شیخ نے اسی دن سے ہمیشہ کے لئے اپنے نام سے کھانا منگوانا بند کر دیا، البتہ کئی کئی طلبہ کا کھانا حضرت کے حساب میں جاری رہا کرتا تھا۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۹۷)

مدرسہ کے سچے چلانے کے متعلق ایک عجیب واقعہ :

مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ میں جو قیام کے لئے کمرے وقف ہیں، ان کے ایک کمرہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا قیام رہتا تھا جو مدرسہ والوں کے انتہائی اصرار کی وجہ سے قبول فرمایا ہوا تھا، گذشتہ سال حضرت کے برابر والے کمرہ میں تحفیظ القرآن کا مکتب تھا، جو بعد میں وہاں سے ختم ہو کر مسجد فاطمہ میں منتقل ہو گیا، مدرسہ والوں نے کمرہ حضرت شیخ الحدیث کے تصرف میں دے دیا، وہاں حضرت کے عزیز مولانا عاقل صاحب اور مولانا سلمان صاحب حضرت کی نگرانی میں حدیث پاک کے سلسلہ تراجم

بخاری سے متعلق کام کرتے تھے، کمرے میں ایک پنکھا رکھا تھا جس کو وہ حضرات تقریباً مہینہ بھر استعمال کرتے رہے۔

بعد میں حضرت کے علم میں آیا کہ یہ پنکھا مدرسہ علوم شرعیہ کا نہیں بلکہ تحفیظ القرآن والوں کا ہے جو کہ لاعلمی میں استعمال ہوتا رہا۔ حضرت کو اس کے استعمال کا افسوس ہوا اور اس کا کرایہ ادا کرنے کی غرض سے تحفیظ القرآن کے ناظم سے تحریری طور پر دریافت کیا اور آئندہ کے لئے اپنے عزیزان کو بازار سے نیا پنکھا منگوادیا۔ ناظم صاحب نے کہا کہ :

”گذشتہ استعمال کا کوئی کرایہ نہیں، نہ ہمارے ہاں اس کی کوئی مد ہے“

حضرت اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ :

”چندہ کے نام سے لے لیجئے“ کوئی تخمینہ بتادیں۔“

مگر وہ نہیں مانے، دو تحریریں ارسال کیں کہ بحیثیت انچارج لکھتا ہوں کہ آپ پر مدرسہ کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں، سابقہ استعمال کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ان کی تحریر تو موجود نہیں، مگر مضمون ہی تھا، اسی پر حضرت نے ایک سو (۱۰۰) ریال جو کہ نئے پچھے کی قیمت ہوتی ہے کرایہ کے بدلہ میں چندہ کے نام سے مندرجہ ذیل پرچہ کے ساتھ روانہ کئے، جسے تحفیظ القرآن والوں نے قبول کیا، جس میں تحریر تھا کہ :

”میں تو پہلے پرچہ میں بہت صفائی سے لکھ چکا ہوں کہ چونکہ چندہ کا مال ہے، اس کے معاف کرنے کا حق نہ آپ کو ہے نہ صدر صاحب اور نہ آپ کے معاف کرنے سے معاف ہو سکتا ہے۔ آپ یا صدر صاحب اپنے پاس سے جمع کچھ عطیہ فرمادیں، سر آنکھوں پر اور آپ کو یہ لینے میں اشکال ہو تو میری طرف سے چندہ میں داخل کر لیں گے۔“ (اکابر کا تقویٰ ص ۸۸)

پلیٹ فارم سے ٹکٹ قرض لیا :

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ :

”ایک مرتبہ حضرت مولانا فلیل احمد سہارنپوریؒ رنگون سے تشریف لارہے تھے، یہ ناکارہ (حضرت شیخ) ایک دوروز سے پنہان پورہ گیا ہوا تھا، یہ محلہ اسٹیشن سے کچھ دور تھا، مجھے یاد آیا کہ حضرت کی تشریف آوری ہو رہی ہے اور کبھی اسٹیشن پر حاضری کی توفیق نہیں ہوئی۔ گاڑی کا وقت قریب تھا اور پیسہ جیب میں ڈالنے کی عادت والد صاحب نے کبھی ڈالی ہی نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسٹیشن پر بہت سے خدام ملیں گے، کسی سے کہہ دوں گا کہ میرا ٹکٹ بھی پلیٹ فارم سے لے لو، مگر اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی کا وقت بالکل قریب پہنچا اور وہاں سے بابو سے کہا کہ پیسے اس وقت میرے پاس نہیں اگر پلیٹ فارم بطور قرض دے سکتے ہو تو دے دو، اس نے کٹھک کر فوراً ایک پلیٹ فارم دے دیا، میں اندر جا پہنچا، تو سب سے پہلے مولانا منظور احمد خان صاحبؒ مدرس مظاہر العلوم سہارنپور سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ : ”چار پیسے جیب میں ہیں۔“ انہوں نے کہا بہت ہیں، میں نے کہا کہ : ”آپ کو تکلیف تو ہوگی آپ بابو کو چار پیسے دے آویں اور ان کا شکریہ بھی ادا کریں، میں پلیٹ فارم قرض لے کر آیا ہوں۔“

مولوی صاحب نے فرمایا کہ : ”آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں کہیں پلیٹ فارم بھی قرض پر مل سکتا ہے۔“ میں نے کہا : ”ملا تو نہیں کرتا لیکن

جس کا سارا کاروبار قرض پر چلتا ہوا سے مل جاتا ہے۔“ انہوں نے جانے سے انکار کر دیا تو میں نے کہا : ”لاؤ چار پیسے مجھے دو گاڑی آنے والی ہے۔“ کہنے لگے ہاں پیسے دوں گا اور جب میں ٹکٹ گھر کی طرف چلا تو وہ میرے پیچھے بہت تیزی سے ٹکٹ گھر کی طرف چلے اور جا کر اس سے پوچھا کہ : ”کوئی شخص تم سے قرض پلیٹ فارم لے گیا ہے؟“ اس نے کہا ہاں لے گیا ہے، مولوی صاحب نے پوچھا کہ : ”کیا قرض پلیٹ فارم بھی مل سکتا ہے؟“ اس نے کہا : ”ملا تو نہیں مگر اس کی صورت کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکہ نہیں کر رہا ہے۔“ (بابو سکھ تھا)۔ (اکابر کا فتویٰ ص ۱۰۲)

شیخ الحدیث مولانا زکریا دولت سے کس قدر بے نیاز تھے :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے آٹھ ہزار روپیہ قرض چھوڑا اور ملکیت میں صرف چار ہزار روپیہ کا کتب خانہ چھوڑا لائق فرزند (یعنی شیخ الحدیث صاحب) نے اپنے ایک رفیق مولانا نصیر الدین صاحب کو کتب خانہ کا مالک بنا کر بٹھا دیا کہ سیاہ کریں یا سفید اور خود یکسو ہو کر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور قرض سے گذراوقات کرتے رہے۔ لوگوں نے شکایات کیں کہ مولانا نصیر الدین صاحب کتب خانہ کے معاملہ میں صاف نہیں معلوم ہوتے۔ ایک دفعہ مولانا شاہ محمد الیاسؒ نے بھی توجہ دلائی تو فرمایا :

”چچا جان ! میں کتب خانہ کے معاملہ میں مولوی نصیر الدین صاحب

کے متعلق کیوں بدظن ہو جاؤں؟ جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابا جان کا قرض آٹھ ہزار روپیہ (۸۰۰۰) اسی کتب خانہ سے ادا ہوا اور دو (۲) حج

انہوں نے اسی کتب خانہ کی آمدنی سے کرائے اور میرا خرچہ بھی اٹھاتے

ہیں، حالانکہ شروع میں اس کی مالیت چار ہزار تھی تو میرا کیا نقصان ہوا؟

ف:- اس واقعہ سے چند چیزیں ظاہر ہوئیں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو روپیہ پسیر اور دولت کی طرف سے کس قدر بے نیازی تھی اور یہ کہ دوسرے کے طریقہ کار کی حسین ترین تاویل کر رہے تھے، ورنہ ایسے موقع پر چاروں طرف سے ایک ہی بات کان میں ڈالی جا رہی ہو، وہ خواہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو، اس پر یقین کر لینا اور پھر اس کے مطابق عمل درآمد کر لینا بعید از قیاس نہیں ہے۔ (دلی کال ص ۲۱۹)

شیخ الحدیث مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

دوسیر چاول کا ولیمہ :

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی شادی کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ کے نکاح کا وقت قریب ہو گیا حضرت مولانا لطف اللہ پشاورؒ فرماتے ہیں کہ :

”وہ عجیب و غریب رات مجھے نہیں بھولتی جب مولانا کی میٹھک میں مولانا کا نکاح پڑھایا مولانا خود دُلہا تھے اور خود دوسری طرف سے وکیل تھے خود ہی نکاح خواں بھی تھے۔ میں اور مولانا عبدالحق نافع گواہ تھے۔ شادی کے لئے اور اہتمام تو کیا ہوتا کوئی جوڑا بھی نہیں بنایا گیا نہ دُلہا

کے لئے، نہ دُلہن کے لئے، بس بدن کے پہنے ہوئے کپڑے ہی جامہ عروس تھا۔ گھر میں دوسیر چاول تھے وہ پکائے گئے یہ مولانا کا ولیمہ تھا گھر میں ایک چار پائی سالم تھی اور ایک ٹوٹی ہوئی سوائے ہم دونوں کے کسی کو پتہ نہ چلا۔“ (خصوصی نمبر ص ۵۰ بحوالہ جمال یوسف ص ۵۳)

میر اللہ مجھے دیگا :

حضرت مولانا محمد اسلم شیخ پوری صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں ایک سرمایہ دار حاضر خدمت ہوا۔ باتوں ہی باتوں میں اپنی امارت و فارغ البالی کا اظہار کیا اور سرمایہ دارانہ مزاج کے مطابق اپنے مال و زر کی کثرت اور کاروبار کی وسعت کا تذکرہ کیا اور پھر کہنے لگا کہ :

”اس مدرسہ کو جتنا سرمایہ درکار ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔“ اظہار ایثار خوب تھا مگر اس میں تکبر کی جو بو تھی حضرت کے مزاج لطیف پر گراں گزری۔ آپ نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ اپنا سامنہ لیکر رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ان ”وارثان رسولؐ“ کے سامنے ہمارے سیم و زر کی کوئی حیثیت نہیں اور ہماری مال و دولت ان کی نظر میں ریگ صحرا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت شیخ بنوریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا :

”مجھے تمہارے پیسے کی ضرورت نہیں میرا اللہ مجھے دے گا۔“

(خصوصی نمبر ص ۵۳۲ بحوالہ جمال یوسف ص ۱۱۰)

مدرسین کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا :

حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے تقویٰ اور خدا ترسی کا یہ حال تھا کہ

قبل کوئی امداد قبول کرنے سے معذور ہوں، ہاں مدرسہ بن جائے تو جو امداد فرمائیں گے شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔ مرحوم جانتے تھے کہ حضرت مدرسہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ دوسری طرف بے سروسامانی کا دور دورہ ہے۔ قرض سے گھر کا گزارہ چلا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت سے بے حد اصرار پر کیا مگر ان کے اصرار پر حضرت کے انکار میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ بالا خرہ جناب یوسف مرحوم نے اپنے ساتھی سے پنجابی میں کہا ”سن دانیس“ یعنی حضرت میری بات سنتے ہی نہیں۔

(خصوصی نمبر)

حضرت بنوریؒ کا رقم کوٹھکھڑانا :

ایک شخص جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بانی مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے پاس بہت بڑی رقم لے کر آیا اور بولا :

”حضرت! میں یہ رقم آپ کے مدرسے کے لئے لایا ہوں۔“

مولانا نے جواب میں کہا :

”ہمارے مدرسے کا ایک سال کا خرچ پورا ہو چکا ہے، اس لئے آپ یہ رقم لے جائیں اور کسی ایسے مدرسے میں دے دیں جو ہم سے زیادہ فاقہ مند رقم کا حقدار ہے۔“

”حضرت! میں یہ آپ کے مدرسے کے لئے لایا ہوں۔“

انہوں نے پھر وہی جواب دیا، وہ پھر اصرار کرتا رہا لیکن مولانا صاحب نہ مانے، آخر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے بولا :

زکوٰۃ فنڈ صرف طلبہ کے لئے رکھتے تھے۔ اس کو کبھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ، یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے، دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوٰۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہوگئی ایک دفعہ زکوٰۃ فنڈ میں (۲۵۰۰۰) روپیہ جمع تھا مگر غیر زکوٰۃ کی آمد خالی تھی جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی صاحب حاجی یعقوب مرحوم نے عرض کیا کہ مدرسین کی تنخواہ کے لئے کچھ نہیں اگر آپ اجازت دیں تو زکوٰۃ فنڈ میں سے قرض لیکر مدرسین کی تنخواہ ادا کر دی جائے بعد میں زکوٰۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی۔ شیخ بنوریؒ نے فرمایا : ہرگز نہیں ! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے کہ ان کے فنڈ میں اللہ کچھ بھیج دے گا جو مدرس صبر نہیں کر سکتا اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے۔ (ماہنامہ جنات کا علامہ بنوری نمبر ص ۴۷)

میری بات سنتے ہی نہیں :

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب حضرت بنوریؒ کے استغناء اور خود داری کا دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

”حضرت شیخ بنوریؒ نے جب فنڈ والہ یار کے مدرسے سے تعلق ختم کر لیا اور ابھی تک نئے مدرسے کے بارے میں فکر مند تھے کہ کراچی کے ایک صاحب ثروت اور مخیر انسان جناب سیٹھ محمد یوسف مرحوم نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ مدرسہ بنائیے اور حضرت مولانا عبد الرحمان کامپوڑی کو بھی بلا لیجئے، میں آپ دونوں حضرات کی پانچ سال کے لئے مشاہرہ کی رقم پچاس ہزار روپیہ بینک میں جمع کروادیتا ہوں۔ حضرت نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میں چند وجوہ کی بناء پر مدرسہ شروع کرنے سے

”حضرت! آپ کو اتنی زیادہ رقم دینے والا کوئی نہیں ملے گا۔“

اس پر انہوں نے جواب دیا:

”اور تمہیں بھی اتنی بڑی رقم ٹھکرانے والا کوئی نہیں ملے گا۔“

(اکابر کے ایمان افروز واقعات ص ۴۶)

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

اللہ نے آپ کا رزق بھیج دیا:

حضرت مولانا عبدالحی صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا داؤد نیکسلا والے بیان کرتے ہیں کہ:

”ہم تینوں مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ملاقات کے لئے بھٹ گئے، دو پہر کا کھانا مانسہرہ میں کھالیا تھا۔ بھٹ پہنچے، ہم نے راستے میں ملے کر لیا تھا کہ رات مولانا کے پاس بھٹ میں رہیں گے۔ مانسہرہ سے ایک تاجر چرم نے چاندی کے دو سو روپے دیئے کہ بھٹ کے گوہر رحمان نامی تاجر چرم کو آپ مولانا کے ذریعہ یہ رقم پہنچا دینا۔ ہم نے رقم مولانا کو دی تو مولانا نے وہ رقم اپنی میز پر ڈھیر لگا دی، اب ہاتھوں سے ان روپوں کو اٹھانا اور چھنا چھن کرانا شروع کر دیا اور فرمانے لگے کہ بازار سے لوگ سامنے سے گزر رہے ہیں جو میرا بھٹ گزر رہا ہے خوش ہوں گے کہ آج تو مولانا غلام غوث کے پاس بہت دولت آگئی ہے اور جو دشمن ہوں گے وہ

جلیں گے کہ اتنی دولت غلام غوث کے پاس کیوں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد

ایک آدمی بھیج کر گوہر رحمان کو بلا کر وہ رقم ان کے حوالے کر دی۔

اس اثنا میں مولانا داؤد صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ رات رہنے کی چکی

بات کرو، میں نے اندازہ کلام یہ اختیار کیا کہ مولانا ملاقات تو ہوگئی، اب

اجازت دیں تو ہم چلے جائیں، ہمارا مطلب یہ تھا کہ ہم اسی طرح کہیں

گئے تو مولانا کہیں گے کہ نہیں رات ٹھہر جاؤ تو ہم رہ جائیں گے لیکن مولانا

نے تھوڑی دیر کچھ سوچا، پھر کہا کہ ”نہیں تھوڑی دیر ٹھہریں، ظہر کی چائے

پی کر جائیں۔“ ہم تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ فارغ تو خطا ہو گیا۔

رات ٹھہرنے والی بات تو نہ بنی، مگر ہم مولانا کو خود نہ کہہ سکتے تھے کہ ماں

نہ ماں، ہم تیرے مہمان۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور مولانا بھی کچھ

افسردہ تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر دکان پر آئے، چائے منگوئی تو اس اثناء

میں ایک مریض آ گیا۔ چاندی کے سفید دو روپے کی دو والی لی اور چلا گیا

۔ دو روپے ہاتھ میں آنے کے بعد مولانا کا چہرہ مسرت سے کھل گیا اور

فرمانے لگے۔ ”اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق بھیج دیا۔ اب تو خوب

دعوت اڑائیں گے۔ پہلے تو یہ بات تھی کہ آج گھر کچھ نہ تھا، میں نے

ادھر ادھر سے ادھار لینے کا تانا بانا سوچا، مگر پھر خیال آیا کہ یہ کتنا تکلف

ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اب خود بخود دو روپے بھیج دیئے ہیں تو اب میں

آپ کو جانے کب دیتا ہوں۔“ چنانچہ ہم بڑی مسرت سے وہ رات رہے

چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر مولانا کی اس عظیم بے نفسی اور

ظاہر و باطن ایک ہو جانے کا اب بھی تصور آ جاتا ہے تو مولانا کی عظمت

اور بے نفسی کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔“ (سوانح مجاہد ملت ص ۳۸، ۳۹)

چائے کا نہ پوچھا :

جناب محمد ادریس صاحب (بھکر) فرماتے ہیں کہ :

” ایک مرتبہ میں اور میرا دوست ملک محمد شفیق جو بی - کام (B.COM) کے اسٹوڈنٹ تھے اور جمعیت طلباء اسلام کے صدر، راولپنڈی میں حضرت مجاہد ملت کے ہاں گئے آپ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آئے بعد میں بہت سی باتیں ہوئیں، لیکن آپ نے ہمیں چائے کا نہ پوچھا میں یہ بات دل میں لئے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اس نے آپ سے دوا مانگی آپ نے اس کو دوا دی، جس کی قیمت آپ نے دس روپے لی۔ آپ نے فوراً مسجد کے خادم کو بلایا اور چائے کے لئے کہا کہ یہ ہمارے بہت عزیز ہیں ان کے لئے چائے لاؤ، پھر فرمانے لگے پہلے میرے پاس پیسے نہ تھے اس لئے میں نے چائے کا نہ پوچھا اب میرے پاس پیسے آ گئے اس لئے چائے پلا رہا ہوں۔“

(سوانح مجاہد ملت ص ۴۰)

حضرت غلام غوث ہزاروی کی درویشی :

صاحبزادہ طارق محمود تحریر فرماتے ہیں کہ موسم گرما کی ایک دو پہر تھی، سفید پگڑی سفید لباس میں ملبوس ایک بزرگ ہمارے گھر تشریف لائے، دعا و سلام کے بعد والد صاحب کے بارے میں پوچھا۔ میں نے عرض کیا ! ابا جان تو گھر میں موجود نہیں ہے مسجد سے ملحقہ مہمان خانہ میں انہیں بٹھایا، حال پوچھنے کے بعد گھر پانی لانے چلا گیا میں گھر آیا تو

والدہ نے میٹھا سکواش بنا کر مجھے دیا۔ مجھ سے پوچھنے لگے :

”والد صاحب کب تشریف لائیں گے؟“ میں نے عرض کیا کہ ظہر تک آجائیں گے۔ انہوں نے بے تکلفی میں چار پائی سے بستر پلیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے فرمایا : ”اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

میں نے عرض کیا کہ آپ آرام فرمائیں کوئی اور خدمت بتائیں۔ فرمایا : ”بیٹے کپڑے دھونے کے صابن کا ایک ٹکڑا لا دو۔“ میں نے تعمیل حکم کیا۔ فرمایا تم جاسکتے ہو والد صاحب آئیں تو ملو ادینا۔ تھوڑی دیر بعد کھیتا کھیتا مسجد کے وضو خانہ کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بزرگ اپنا ٹکڑا دھونے میں مشغول تھے پھر اس نے دھوپ میں صف بچھائی اور کرتا اس پر ڈال دیا، پھر سر کی پگڑی اتاری اور اسے دھونا شروع کیا اور اسے بھی سکھانے کے لئے صف بچھا دیا، خود پچھلے کے نیچے آ کر بیٹھ گئے ظہر کے قریب معمول کے مطابق والد صاحب گھر تشریف لائیں میں نے انہی بزرگ کی آمد کے بارے میں بتایا والد صاحب فوراً مہمان خانہ کی طرف لپکے کچھ دیر بعد تشریف لائے فرمایا کہ جلدی سے کھانا تیار کرو حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی تشریف لائے ہیں نام تو میں نے پہلے سن رکھا تھا اسمبلی میں گرجنے برسے والے مولانا غلام غوث ہزاروی نام کی دھوم تھی۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کی سادگی، فقر، شخصی عظمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرے دل پر نقش ہو گئی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی پھر جب کبھی ہمارے ہاں تشریف لاتے، میں اصرار کرتا کہ حضرت اب

صاحب آپ کو نہیں ملے گا، اپنے کپڑے دیں گھر والے دھونے میں سعادت سمجھیں گے۔ بس کفر فرمایا کرتے :

بابا میں اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

ہم فقیروں سے دوستی کرلو
گر سکھا دیں گے بادشاہی کے

(واقعات و کرامات علامہ دہلوی بندہ ص ۳۵۹)

میں ساری زندگی تمہیں راحت و آرام نہ دے سکا :

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروٹی نے ساری زندگی فقر و فاقہ، درویشی اور سادگی میں گزاری۔ حکومتی ایوانوں کو لرزہ بر اندام کرنے والے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروٹی عجز و انکساری اور سادگی میں صحابہ کا نمونہ تھے۔ عام بس پر اکیلے سفر کرتے یا رلوگوں نے ان کے بارے میں بڑی بے پرکی باتیں اڑائیں۔ جب وفات کا وقت آ گیا تو اہلیہ سے کہا کہ مجھے معاف کر دینا۔ میں ساری زندگی تمہیں راحت و آرام نہیں دے سکا، اس کا اجر تمہیں اللہ تعالیٰ دیں گے۔ (واقعات و کرامات علامہ دہلوی بندہ ص ۳۵۹)

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے کے لئے نہیں :

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب زہد و استغناء کی دولت سے بھی

مال مال تھے، دولت سے بے رغبتی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ آپ کے ایک نہایت مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں نے شاہ صاحب سے بار بار سنا تھا کہ منتظمین جلسوں کے موقع پر جو مصارف پیش کرتے تو آپ انہیں کبھی نہ گنتے تھے۔ کہیں سفر خرچ نہ بھی ملا تو شاہ صاحب کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی۔ اس مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں نے آپ کے اس بیان کی تحقیق کے لئے ایک دفعہ جب کہ شاہ صاحب وضو کر رہے تھے قیص سے چالیس روپیہ نکال لیے، بعد میں منتظر رہا کہ شاہ صاحب کہیں چوری کی شکایت نہ کرے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو اس گمشدگی کا پتہ نہیں، چند ماہ گزرنے کے بعد میں نے وہ رقم پھر آپ کی جیب میں ڈال دی تو بھی آپ کو اس اضافے کا پتہ نہ چل سکا۔ میں نے جب پوری بات بتائی تو آپ نے بڑے تعجب سے فرمایا :

”بھائی پچیس سال سے جماعت کے ساتھی ہو، ابھی تک تمہیں میرے ایمان کا پتہ نہیں چلا۔ دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے کے لئے نہیں، مال جمع کرنے اور گننے میں لذت محسوس کرنا اہل جہنم کی نشانی ہے۔ جمع مالا وعددہ۔ اچھے لوگوں کے حق میں نہیں۔“

(واقعات و کرامات علامہ دہلوی بندہ ص ۳۵۸)

بے چارہ افسردہ واپس ہوا :

مولانا امین گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مکان پر چند احباب ساتھ بیٹھے تھے، ایک عقیدت مند آیا کچھ دیر بیٹھا، جاتے وقت مصافحہ کرتے ہوئے کچھ رقم تھما دی۔ شاہ جی نے فوراً مٹھی کھول دی فرمایا :

”بھئی یہ اپنی ضرورت پر خرچ کر لینا۔“ اس نے بہت اصرار کیا، مگر شاہ

جی نہ مانے، وہ بے چارہ افسردہ سا واپس ہوا، عرض کیا شاہ جی آپ نذرانہ قبول فرمالیتے، فرمایا: ”میرے کون سے کارخانے چلتے ہیں، مگر میں دینے والے کی حیثیت دیکھ لیتا ہوں، ان لوگوں میں رسم ہے کہ سچر کے پاس خالی نہ جائیں، چاہے گھر کا برتن بیچ دیں، پیر کو نذرانہ ضرور دیتے ہیں۔ دینے والا محبت سے دے تو قبول کر لیتا ہوں۔“

(بخاری کی باتیں)

اللہ نے تنگ دستی کی لاج رکھ لی :

رفیق احمد صاحب (میاں چنوں) بتاتے ہیں کہ :

”ہم تین ساتھی شاہ جی کی خدمت میں ملتان گئے، دو پہر کا وقت تھا پینے تو شاہ جی اور قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی کھانا کھا رہے تھے علیک سلیک کے بعد شاہ جی نے پوچھا ”کھانا کھاؤ گے“، میں نے عرض کیا: ”ضرور کھائیں گے“۔ شاہ جی خود اندر تشریف لے گئے، چند منٹ گزرے تھے کہ ایک آدمی دس بارہ روٹیاں اور بھنا ہوا مرغالے کر آ گیا۔ قاضی صاحب نے فوراً آواز دی، اباجی (قاضی صاحب شاہ جی کو اباجی ہی کہا کرتے) آجائے کھانے کا بندوبست نہ کیجئے۔ شاہ جی باہر تشریف لے آئے اور سامان خوردنی سامنے دیکھ کر کھڑے کھڑے نہایت عاجزی سے کہنے لگے، ”اے داتا تو ہمیشہ اس نافرمان کی لاج رکھ لیتا ہے، مجھ جیسے گناہگار پر تیرے یہ کرم اے اللہ میں تو فقط گندگی کا ذمہ ہوں، جس پر تیرے یہ احسان ہیں“۔ عجیب کیفیت میں دیر تک

کھڑے اپنی عاجزی اور اللہ کے شکر کا اظہار کرتے رہے۔

ہم کھانے میں مشغول ہو گئے تو فرمایا: ”اب سناؤں اصل بات میں جب کھانا لینے کے لئے اندر گیا تو اندر سے صاف جواب ملا کہ اب کچھ ہے نہیں کہ مہمانوں کو کھلائیں، پریشان ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دیکھ دکان سے بھی آ سکتا ہے کہ نہیں، اتنے میں قاضی تو نے آواز دے دی، جب دیکھا تو پروردگار نے خود بندوبست کر دیا تھا۔ یہ اس کی گدانا زیاں ہیں“۔ (اینا)

منت مانی تھی کہ ایک بوری شاہ جی کی نذر کروں گا :

ایک دفعہ شاہ جی نے فرمایا کہ :

”ایک دفعہ امرتسر میں میچس سے در بستر تھا، محض کچھڑی اور وہی کسی وقت کھا لیتا، ایک روز شام کے قریب گھر سے اطلاع ملی کی آغا ختم ہے، میں نے کہا صبر کرو، حسب معمول شام کو ایک عورت جو عقیدت اور محبت کے باعث آ کر گھر کا کام کاج کر جاتی تھی، وہ آئی اور سیدھا جا کر آٹے کے منکے کا ڈھکن اٹھایا کہ بی بی کو آٹا گوند کر دے تو مٹکا خالی تھا، پوچھا بی بی جی آٹا تو ہے نہیں، بی بی نے کہہ دیا، ہاں! اس وقت آٹا گوندھنے کی ضرورت نہیں، وہ عورت سمجھ دار تھی، سمجھ گئی اور ضرورت کے مطابق گھر سے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا کر لے آئی۔ بہر حال رات گزر گئی صبح نماز سے فارغ ہو کر چار پائی پر لی پڑا ہوا تھا کہ منہ اندر سے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ میری آواز کا جواب ہی نہیں دیتا، جب دروازہ کھولا، تو ایک نوجوان تھڑے پر ایک پوری بوری آٹے کی رکھے کھڑا ہے، السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد میں اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا تو

فرشتہ ہے یا انسان، وہ ہنس پڑا اور کہا شاہ جی! ہوں تو میں انسان ہی، میں نے کہا یہ اندھیرے میں کیا سوچھی کہ آنے کی بوری اٹھالائے، تمہیں کس نے کہا تھا۔ اس نے کہا شاہ جی! میں آپ کا ادنیٰ عقیدت مند ہوں، میں نے فلاں بازار میں نئی آٹا پیسنے کی چکی لگائی ہے، میں نے منت مانی ہوئی تھی کہ سب سے پہلے ایک بوری گندم شاہ جی کی نذر کروں گا۔ رات چکی نصب کی تھی، جب کام مکمل ہو گیا تو اسی وقت آپ کے لئے آٹا پیس کر رکھ لیا تھا اور اب لے آیا ہوں، پھر فرمایا وہ (اللہ) ہمیشہ اس نافرمان اور ناکارہ کی آبرورکھ لیتا ہے۔ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے، ورنہ میں اس لائق کہاں ہوں۔ (بخاری کی باتیں)

شیخ الفیہر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار کر دو :

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ الحدیث و الفیہر جامعہ اشرفیہ لاہور تقسیم سے قبل دارالعلوم دیوبند میں شیخ الفیہر تھے۔ اس زمانے میں پچاس روپے ماہانہ تنخواہ تھی جس سے فقر و استغناء کے ساتھ گزر بسر کرتے، ایک دن اہلیہ محترمہ نے کہا حضرت میں نے سال بھر میں دوسو (۲۰۰) کے لگ بھگ روپیہ جمع کیا ہے۔ آپ کے ہاں بڑے بڑے لوگ آتے اور فرش کی چٹائی پر بیٹھتے ہیں اور روپوں سے کرسیاں وغیرہ خرید لیں تاکہ سیمٹھوں اور تاجروں کی حیثیت کے مطابق نشست کا انتظام ہو سکے۔ اہلیہ محترمہ نے عرض کیا: ”میں چالیس روپے ماہوار میں بخوبی گزارا کر لیتی ہوں“ حضرت نے فرمایا: ”ہمیں دنیا والوں

سے کیا تعلق“؟ ہم نے ان سے کیا لینا اور یہ ہمیں کیا دے سکتے ہیں؟ جس کو آتا ہے شوق سے آئے لیکن نشست چٹائی پر ہوگی اور فرش ہوگی۔ دارالعلوم کے خزانچی کو بلوایا، بیوی سے وہ سو (۲۰۰) روپے لئے اور اس کے حوالے کر دیئے، فرمایا ”میاں! تنخواہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہے، یہ رقم واپس لو اور آئندہ پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار کر دو۔“ (بہارِ دارچنان جلد ۲، شمارہ ۲۹ ص ۳۱ بحوالہ دیکاپات الاسلامیہ ص ۲۵۷)

سوکھی روٹی کی دعوت :

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر لاہور تشریف لائے اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی نگاہِ انتخاب نے ان کو چن لیا۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ سے فرمایا :

”سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں“

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بلا تامل جواب دیا کہ :

”حضرت! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔“

میرا دھندا رویشی ہے :

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے ملنے کے لئے ایک مرتبہ مولانا کوثر نیازی

صاحب آئے۔ نیازی صاحب نے ازراہِ قفص عرض کیا :

”مولانا میں تو سمجھا تھا کہ گذشتہ سالوں میں لوگوں نے بہت ترقی کی

ہے، بیشتر علماء بھی ایڈوانس ہو گئے ہیں، آپ کے یہاں بھی کرسیاں

وغیرہ آگئی ہوں گی۔“

حضرت مولانا کاندھلوی نے فرمایا :

”نہیں بھئی مولوی صاحب ! میرا تو وہی درویشی و صدا ہے، میں کوئی کرسی و ری اپنے گھر نہیں آنے دیتا۔“

(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۸۸)

قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود

میرے پاس گندگی کے ٹوکے لے آئے ہو :

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے بارے میں ان کے شاگرد یہ واقعہ سناتے ہیں کہ جب بھٹو صاحب وزیراعظم تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ قائد حزب اختلاف - دونوں میں آئینی جنگ جاری تھی ان دنوں وزیراعظم بھٹو نے اپنے ایک مرکزی وزیر فیض اللہ خان کو کشف ذریعہ اسماعیل خان جناب جہانزیب خان کے ہمراہ حضرت مفتی صاحبؒ کے گاؤں بھیجا۔ دونوں نے پہنچ کر مفتی صاحبؒ سے ملاقات کی اور ساتھ ہی مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی مدد کے نام پر کروڑوں روپے کی آفر کی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ آفر ٹھکرا دی وزیر موصوف فیض اللہ خان کنڈی نے جب دیکھا کہ دال گلتی نظر نہیں آتی تو اپنی پیشکش ایک کروڑ سے دو کروڑ کر دی آخر میں ایک سادہ چیک یہ کہہ کر پیش کیا کہ مجھے وزیراعظم صاحب کا حکم ہے کہ آپ خود اس میں جتنی رقم درج کرنا چاہے تو درج کریں ہم ادائیگی کر دیں گے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے تیور بدل گئے اور کہا فیض اللہ خان ! تم میرے

مہمان ہو، میرے پڑوسی ہو تم مجھے خوب پہچانتے ہو، یہ کشف شاید مجھے نہ جانتے ہوں تمہارے لئے بہت افسوس کی بات ہے کہ میرے پاس گندگی کے ٹوکے لے آئے ہو کبھی چھوٹی ٹوکری آگے کرتے ہو اور کبھی بڑی۔ فیض اللہ خان گندگی تو گندگی ہوتی ہے، چھوٹی ہو یا بڑی اسے اٹھا لو اور وزیراعظم سے کہہ دو کہ ہم لوگ اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے سامنے دنیا جیسی حقیر و ذلیل چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے سو روپے کی پیشکش ٹھکرا دی :

حضرت مفتی محمود صاحبؒ جب مراد آباد سے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو کم از کم دو سال فارغ رہے، ان کی فراغت کے زمانے میں گھر کے مالی حالات بہت پریشان کن تھے، ان کے بڑے بھائی بیمار تھے اور اہل خانہ پر اکثر فاقے گزرتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ اس حالت سے سخت دل گرفتہ اور پریشان تھے۔ وہ اپنے گھر والوں پر گزرنے والے فاقے نہیں دیکھ سکتے تھے اور تدریس کے لئے کوئی موزوں جگہ کے متلاشی تھے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ان کے پاس مرزا نیوں کے قادیان سٹے آدمی پینچے اور ذریعہ اسماعیل خان کے چند بڑے لوگوں سے بھی سفارش کروائی کہ ہم ایک بہت بڑا دینی مدرسہ بنا چکے ہیں۔ اس میں ایک معقول استاد کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مفتی صاحبؒ کو سو روپے ماہانہ تنخواہ دینے کی پیشکش کی جو اس وقت کے حساب سے زیادہ تنخواہ تھی، مگر حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی غربت کے باوجود اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ :

”اس پیشکش کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں مسلمانوں کے

مقابلے میں مرزا نیوں کو معقولی بناؤں۔ چند مخلص دوستوں اور ہمدرد

لوگوں نے سمجھایا کہ ملازمت تو غیر مسلموں کی بھی درست ہے، آپ نے پیسے لینے ہیں اور تعلیم دینی ہے، کسی مسلمان کو تو مرزائی نہیں بنانا، پھر آپ کی مجبوری بھی ہے کہ آپ اس ملازمت کو قبول کر لیں مگر حضرت مفتی صاحب انکار پر جیسے رہے۔ آخر کار وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔“

(سوانح مفتی محمود)

شیخ القرآن حضرت مولانا سعید الرحمن عرف خطیب صاحب اوگی

حضرت لاہوریؒ نے میرے لئے کسبل خریدا :

شیخ القرآن حضرت مولانا سعید الرحمن عرف خطیب صاحب مدظلہ اکابر علماء میں سے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ سے مجاز بیعت اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور شیخ الغفر مولانا محمد طاہرؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، جامعہ اشرفیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہیں۔ اپنے دوران طالب علمی کا ایک دسویں واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ حصول تعلیم کے دوران چونکہ گھریلو مالی حالات انتہائی غربت کے تھے۔ اس لئے گھر سے خرچ وغیرہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، بسا اوقات پاؤں میں چپل بھی نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی آرام کے لئے کوئی بستر تھا اور نہ کوئی چادر اور نہ کوئی جوڑا اولیٰ کامل حضرت لاہوریؒ کا دیدار میرا جوڑا تھا، جب حضرت لاہوریؒ کو میری غربت کے بارے میں معلوم ہوا تو خود جا کر ”لنڈا بازار“ سے میرے لئے ایک کسبل خریدا جسے دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بندہ اس کسبل کو گرمیوں میں نیچے بچھاتا اور سردیوں میں اوپر اوڑھ لیتا تھا جبکہ سر ہانچا رانٹوں کا بنایا تھا۔

اپنے حال کو کسی پر آشکارا نہ کیا :

خطیب صاحب اپنا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں دفتر والوں نے وظیفہ بند کر دیا اور میری جیب میں صرف دو روپیہ تھے، جس کے میں نے چنے خریدے اور اسی کو کھا کر گزارہ کرتا رہا، مگر اس کا حال نہ اپنے بھائی اور نہ ہی دوستوں پر آشکارا کیا لیکن الحمد للہ سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔

پگڑی اور جوتا پڑوسی سے عاریتہً لینے :

حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب عرف خطیب صاحب مدظلہ اپنی شادی کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ :

”شادی کے دن کے لئے والد محترم نے میرے لئے پگڑی اور جوتا پڑوسی سے عاریتہً لیے، جس نے شادی کے دوسرے دن مجھ سے واپس لے لئے اور میں حسب دستور ننگے پاؤں رہ گیا۔“

معروف اسکالر و مصنف کتب کثیرہ حضرت

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ

مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے ایقام :

استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم اپنی کتاب ”اماں جی

مرحومہ و مغفورہ" میں اپنے حالات بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ :

”ایک مرتبہ بارشوں نے طول پکڑا، گلی کو چے بننے لگے، کچے گھر اور کمزور چھتیں، ہمارا کون تھا جو ہمیں پوچھتا، میں خود کلاچی ”نجم المدارس“ میں زیر تعلیم تھا اور مسافر تھا، آس پاس میں کوئی ایسا فرد بھی نہ تھا جو اس غریب و نادار اور مفلس یتیم گھرانے کا پوچھ لیتا کہ کیسے گزر رہی ہے۔

ہمارے دیہاتی ماحول میں اونٹوں، گدھوں پر سوختی لکڑیوں کے بازار میں آتے اور فروخت ہو جاتے۔ یہ لکڑیاں بطور ایندھن استعمال ہوتی تھیں۔ دو ہفتوں سے مسلسل بارش کی وجہ سے لکڑیاں بھی بازار میں آنا بند ہو گئیں اور اگر کوئی بار آتا بھی تھا، تو وہ آتے ہی فروخت ہو جاتا تھا، میں بغرض حصول تعلیم سفر میں تھا گھر میں اتنا فرد بھی نہیں تھا جو بارشوں اور سردی کے ایام میں لکڑیاں خرید کر ہمارے گھر بھجوا دیتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک صبح گھر میں ایندھن کا کوئی انتظام نہیں تھا کہ بچوں کے لئے چائے بنائی جاسکے۔ میری یتیم بہنیں یہ حالت دیکھ کر بے قابو ہو گئیں اور رونے لگیں۔ انہاں جی مرحومہ و مغفورہ نے فرمایا: بھئی جگر! یہ سارا کام اللہ کا ہے۔ کسی مخلوق کی منت ساجت کرنے کے بجائے اپنے خالق سے کیوں نہ مانگا جائے، سب کو بٹھا کر یلین پڑھوانا شروع کر دیا۔ پڑوس میں ایک خاندان کو یہ سوچھی کہ وہ کیوں نہ بے آسرا اور یتیم خاندان کو مزید ستا کر اپنے غصہ و انتقام کی آگ بجھانے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے والے قیموں کو مزید ستا کر اپنے غصہ و انتقام کے جذبات کو ٹھنڈک پہنچائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر میں موجود کانٹوں بھری لکڑیوں کو

ہمارے گھر پھینکنا شروع کر دیا اور مسلسل پھینکتے رہے اور دل کی بھڑاس نکالتے رہے اور میری بہنیں یہ دیکھ کر رونے لگیں۔

انہاں جی نے فرمایا :

ہرگز نہ رونا یلین کے برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر پڑھ لو یہ اللہ کی عنایت ہے ابھی دوسری مرتبہ یلین کا ختم مکمل نہیں ہوا تھا کہ گھر ایندھن سے بھر گیا۔ (انہاں جی مرحومہ و مغفورہ ص ۳۸۳)

کراچی سے وی پی آئی :

استاذ محترم اپنا ایک دوسرا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کراچی سے ایک کتاب دی۔ پی منگوائی، مطلوبہ کتاب اپنی معرفت کے دکاندار کے پاس پہنچ گئی کوئی دو پہر کا وقت تھا کہ دکاندار کا بیٹا گھر آیا تیزی سے دستک دی احقر باہر نکلا تو دوڑ کر آنے کی وجہ سے اس بے چارے کا سانس پھول رہا تھا۔

”کہنے لگا اباجی نے بھیجا ہے کراچی سے آپ کا کوئی پارسل آیا ہے ڈاکیہ وہ پارسل ہمیں نہیں دیتا، کہتا ہے پندرہ روپے کی ادائیگی کرو گے تو پارسل مل جائے گا۔۔۔۔۔ جب اتنا معلوم ہوا کہ کراچی سے کتاب آئی ہے تو دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ انہاں جی مرحومہ و مغفورہ کی خدمت میں تمام صورت حال عرض کر دی، فرمایا بیٹے! پندرہ روپے اب کہاں سے لاؤں، ہر کارے (چھٹی رساں) کو سمجھا دو کہ جب بھی رقم منسرا جائے ہم ادائیگی کر دیں گے اور اگر وہ نہ مانے تو دکاندار کو میری طرف سے عرض کر دیجئے گا کہ اس کتاب کی رقم تم ادا کرو جب ہمیں اس کی رقم منسرا آئی

ہم ادا ہو گئی کر دیں گے اور کتاب لے لیں گے۔۔۔۔۔ بہر حال جیسے تیسے دوسرے روز مجھے پندرہ روپے مہیا کر دیئے اور میں نے دی۔ پنی چھڑائی۔“ (نہال فی مرحومہ و مغلورہ ص ۱۰۸)

تنخواہ مدرسہ کے لنگر فنڈ میں جمع کرتا ہوں :

استاذ محترم کے زندگی کا اکثر حصہ کسپیری، فقر و غربت میں گزاری۔ ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ :

”میں مدرسے سے ڈھائی ہزار (۲۵۰۰) تنخواہ لیتا ہوں اور اس کو پھر مدرسے کے لنگر خرچہ میں جمع کر دیتا ہوں اور اسی طرح گزارہ ہو رہا ہے۔“

شیخ انصیر حضرت علامہ سلطان غنی عارف طاہری

پندرہ ہزار روپے تنخواہ مسترد کر دی :

استاذی المکرم شیخ انصیر حضرت علامہ مولانا سلطان غنی عارف طاہری دامت برکاتہم اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ :

”میں ریاض (سعودی عرب) کے ایک دفتر میں تھا کہ ایک غیر مقلد آیا اور سلام کیا۔ اس کی وضع قطع عرب جیسی تھی، میں نے عربی میں بات کرنا شروع کی تو وہ سامنے سے ہنسنے لگے، تو میں نے عرض کیا کہ عجیب آدمی ہو، میں بات کرتا ہوں اور تم ہنستے ہو۔ وہ آدمی پشتو میں کہنے لگا کہ

حضرت! آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے عرض کیا کون ہو؟ اس نے کہا کہ وہ جو آپ کے ساتھ فلاں فلاں مسجد میں تھا، پھر گفتگو ہوتی رہی اس نے بندہ سے پوچھا کہ آپ کو کتنی تنخواہ دیتے ہیں، میں نے کہا دس ہزار (10000) پاکستانی، تو اس نے کہا کہ آپ کو اگر میں پاکستان میں پندرہ ہزار (15000) تنخواہ دوں تو میرے پاس کام کرو گے، میں نے پوچھا کام کیا ہوگا؟ تو کہنے لگا کہ ہمارے مدرسے میں بخاری شریف اور تفسیر پڑھاؤ گے گھر بھی دوں گا اور بہن بھی نکاح میں دے دوں گا، پھر میں نے پوچھا کہ اور اگر کوئی کام ہو تو..... کہنے لگا کہ امام صاحب کے پیچھے کچھ اس طرح.....؟ ”تو میں نے عرض کیا کہ اگر ایک لاکھ ماہانہ اور ماں بھی نکاح میں دو گے تو پھر بھی امام صاحب کی شان میں ایک حرف منہ سے نکالنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

دس لاکھ ریال کی پیشکش ٹھکرا دی :

استاذ مکرم علامہ سلطان غنی عارف طاہری صاحب مدظلہ نے ایک دن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :

”ریاض (سعودی عرب) کے غیر مقلدین نے میرے ایک شاگرد کو بتایا کہ اس مولوی صاحب کو کہہ دو کہ ہمارے ساتھ ہو جائے تو ایک لاکھ ریال تم کو اور دس (۱۰) لاکھ ریال مولوی صاحب کو دیتے ہیں۔ شاگرد نے مجھے بتایا تو میں نے جواباً کہا کہ ان کو کہہ دو کہ تم سے دلائل سے بات کریں تو ہم تسلیم کر لیں گے، اگر ہماری بات مدلل ہو تو ان کو ماننا پڑے گا، میں

ایک روپیہ بھی نہیں لیتا، اپنے ایمان کا سودا نہیں کرتا، بغیر روپوں کے ساتھ ہو جاؤں گا، مگر دلائل کے ساتھ میرے سے بات کریں تو میں ان کا ساتھ دوں گا مگر یہ لوگ خواہ مخواہ شتر بے مہار ہے۔

مولانا مظفر حسین کاندھلوی

سالن سے کھانا کھانا چھوڑ دیا :

مولانا مظفر حسین کاندھلوی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی میں بھی دہلی میں سالن سے روٹی نہ کھائی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھائی پڑتی ہے اور آموں کی بیج ناجائز طریقہ پر ہوتی ہے، اس لئے میں سالن سے روٹی نہیں کھاتا، آپ دعوت میں کسی کے یہاں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ابتداء قاضی صاحب اور متولی صاحب کے یہاں کھانا کھایا کرتے تھے، انتقال کے بعد ان کے یہاں بھی کھانا چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ بعد پھر شروع کر دیا، جب ان کے لڑکے نے دریافت کیا تو فرمایا کہ تم نابالغ تھے، اس لئے میں تمہارے مال سے پرہیز کرتا تھا۔

ہم تینوں نے فاقہ کیا :

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی ایک مرتبہ کسی گاؤں کی ویراں مسجد میں ٹھہرے۔ وہاں مغرب کے تھوڑی دیر بعد ایک غریب آدمی آیا اور جلدی جلدی مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد جب آپ کو دیکھا تو اپنے گھر گیا اور تین روٹیاں لا کر آپ کو دیں،

آپ نے ان کو تناول فرمایا اور سو گئے۔ رات کو خواب میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور عجیب و غریب انوارات و برکات ظاہر ہوئے۔ اس لئے آپ اگلے دن پھر وہیں ٹھہر گئے، دن بھر کوئی نہ آیا، بعد مغرب وہی شخص آیا آپ کو بیخفا دیکھ کر اپنے گھر سے دو روٹیاں لا کر دیں، یہ رات بھی پہلی رات کی طرح گذری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ نے اگلے دن پھر وہیں قیام فرمایا، بعد مغرب وہی شخص آپ کو دیکھ کر گھر سے ایک روٹی لایا اور کہنے لگا :

”بھائی مسافر اب جاؤ کل کو یہاں نہ ٹھہرنا۔“

آپ نے فرمایا :

”میرے ٹھہرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری روٹی میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں اور عجیب و غریب انوارات اور برکات کا مشاہدہ کر رہا ہوں، تم حقیقت حال بتاؤ، تب میں یہاں سے جاؤں گا۔“

اس شخص نے کہا :

”میں بہت غریب آدمی ہوں دن بھر محنت کر کے جو پیسے ملتے ہیں، اس کا تھوڑا سا آٹا لے آتا ہوں، جس میں تین روٹیاں پکتی ہیں۔ ایک روٹی میری دوسری بیوی کی تیسری بچے کی پہلے دن ہم تینوں نے فاقہ کیا اور تینوں روٹیاں آپ کو لا کر دے دیں، دوسرے دن بچے کی حالت نہ دیکھی گئی، اس لئے ایک روٹی اس کو دیدی اور آپ کو دو روٹیاں لا کر دیں، آج بھوک کی وجہ سے میری بیوی بے تاب تھی، اس کے حصے کی روٹی اس کو دے دی اور اپنے حصے کی لے آیا اور اب کل کو مجھ میں بھی فاقہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے مجبوراً آپ کو یہاں سے جانے کا کہنا پڑا۔“

حضرت مولانا کاندھلوی فرماتے ہیں یہ اسی اکل حلال اور ایثار کے ثمرات و برکات ہیں کہ میں نے ہر رات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔

شیخ الطریقت

حضرت مولانا عبدالحق نقشبندی گسٹوئیؒ

میں کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا :

حضرت مولانا امین الحق گسٹوئی مدظلہ اپنے والد ماجد شیخ طریقت حضرت عبدالحق نقشبندی گسٹوئی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

”والد ماجد کی ساری زندگی زہد و قناعت میں گزری تھی، ایک دن ان کے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت ! آپ کے جتنے مرید ہیں، سب پر ماہانہ ایک روپیہ مقرر کر دیں گے تو اس سے آپ کے مہمانوں کی مہمان نوازی کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے دلوں میں یہ بات کون ڈالے گا، مرید نے عرض کیا ”اللہ تعالیٰ“، تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ جیسا کہ اللہ ان کے دلوں میں ڈال سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے یہ خرچہ دے گا، میں کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالتا اور نہ کچھ مقرر کرتا ہوں۔

انہیں اللہ تعالیٰ رزق دے گا :

ایک زمانہ میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور بہت سارے لوگ مر گئے۔ حضرت صاحب کے سولہ (۱۶) رشتہ دار یتیم ہو گئے، ان کی تمام کفالت و پرورش حضرت صاحب

فرماتے، اور یہ زمانہ نہایت عسرت و تنگدستی کا تھا، آپ کے استاد حضرت مولانا سید محمد صاحب نے فرمایا :

”کہ تمہیں اس میں سے (بچوں میں سے) کسی ایک کے بیچنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ اس پر ان اوروں کی زندگی بچاؤ۔ حضرت صاحب نے عرض کیا کہ ”میں اس طرح نہیں کر سکتا۔“ استاد محترم نے فرمایا کہ پھر ان لڑکوں کو مزدوری پر لگاؤ تاکہ کچھ کم کر خرچہ پورا کریں، حضرت صاحب نے عرض کیا کہ میں ان شاء اللہ ان تمام پر دینی علوم حاصل کرواؤں گا اور اللہ تعالیٰ ان کا خرچہ پورا کرے گا۔ آخر استاد نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ترکیب سکھاتا ہوں تو تمہیں ہمیشہ روپے آئیں گے۔ حضرت صاحب نے جب یہ ترکیب شروع کی تو مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، اور ترکیب پورا کرنے میں اب تھوڑا سا وقت باقی تھا کہ ”وما لہ فی الآخرۃ من خلایف“ کانوں میں گونجنے لگا، تو فوراً ترکیب چھوڑ دیا اور استاد محترم سے عرض کیا کہ یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ ان تمام کو اللہ تعالیٰ رزق دے گا، وہ تمام یتیم بچے علماء بن گئے ہیں اور اب ان سے دین کے چشمے بہتے ہیں۔

انگریز کا غلام بننا نہیں چاہتا :

جب پاکستان نہیں بنا تھا، تو انگریز حکومت کے بعض لوگ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ شہر میں آ جائیں، ہم آپ کو چائیداد وغیرہ دیں گے اور شہر میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

حضرت صاحب نے جواب میں فرمایا کہ :

”احسان پر آدمی غلام ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو انگریز کا غلام بنانا نہیں چاہتا، صرف اللہ کا غلام ہوں، جن کے مجھ پر بے انتہا احسانات ہیں، لہذا وہ نا اُمید واپس ہوئے۔

مال و دولت سے اولاد اللہ سے بیگانہ ہو جائے گی :

ضلع ٹروپ کے نواب نے حضرت صاحب کو پیش کش کی کہ آپ قلعہ سیف اللہ آجائیں میں آپ کو زمین، باغ اور کاریز دوں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میرے اولاد میں مال و دولت آجائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے گانہ ہو جائیں گے، تو ایسے مال و دولت کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ پیشکش ٹھکرالیا اور آخر عمر تک زہدانہ زندگی بسر کرنا پسند کی۔

حضرت پیر طریقت ملاخان گل گستوئیؒ

حضرت مولانا امین الحق گستوئی فرماتے ہیں کہ :

”حضرت عبدالحق صاحبؒ کے والد محترم پیر طریقت ملاخان گل صاحبؒ کی زندگی حضرت ابوذر غفاریؓ کی زندگی کا نمونہ تھی۔ ان کا صرف ایک سوٹ کپڑوں کا ہوتا، جب وہ میلے ہو جاتے تو چادر سے دھوئی، تہہ بند باندھتے اور کپڑے دھوتے جب سوکھ جاتے تو پھر پہنتے، ان کی زندگی بالکل زہدانہ تھی۔

دل کی بات کیسے معلوم ہوئی :

ایک مرتبہ حضرت ملاخان گل صاحبؒ بیمار پڑ گئے تو ایک طبیب کو بلا یا گیا، طبیب بہت دور سے پیدل آتا، طبیب کے دل میں آیا کہ یہ تو ایک فقیر و درویش آدمی ہے، کچھ پاس ہے بھی نہیں، پیسہ وغیرہ بھی نہیں رکھتا، اور کچھ دے گا بھی نہیں تاکہ پھر اپنے جوتوں کی مرمت کر لوں۔ جب طبیب آیا اور دوا دی، تو آپ نے ایک روپیہ دیا۔ طبیب نے کہا کہ

میں پیسے نہیں لیتا، اس لئے کہ آپ درویش ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لے لو جوتوں کی مرمت کر لو گے، طبیب حیران تھا کہ ان کو میرے دل کی بات کیسے معلوم ہوئی؟

حضرت ملاخان گلؒ کا روزانہ کا معمول :

نماز فجر کے بعد آپ (حضرت ملاخان گلؒ) اپنا وظیفہ مکمل کرتے، یہاں تک کہ اشراق پڑھ کر جب گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کہ گھر میں کھانے کے واسطے کوئی چیز ہے، اگر ہوتا تو تناول فرماتے ورنہ روزہ رکھتے، اسی طرح تمام زندگی گزاری۔

اُستاذ الکمل حضرت حافظ سفر صاحبؒ بڑ کو ہی

حضرت مولانا امین الحق گستوئی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ :

ضلع ٹروپ، لورالائی، درگ، مورخیل وغیرہ علاقوں میں قرآن مجید کے اکثر حفاظ حضرت حافظ سفر صاحب بڑ کو ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ کی زندگی نہایت سادہ اور زہدانہ تھی ہمیشہ آپ کے ہاں حفظ القرآن کے طلباء رہتے، تنگدستی و غربت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کو گندم کی روٹی ملتی تو اس کے ساتھ باجرہ کی روٹی اس طرح کھاتے جیسا کہ آج کل کے لوگ گوشت، مچھلی وغیرہ کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں۔

شلوار قمیص کا عجیب و غریب واقعہ :

ایک دن تلامذہ و شاگردوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی کو دیکھا جس کی قمیص پھٹی ہوئی تھی، حافظ صاحبؒ نے قمیص اتار کر اس آدمی کو عنایت فرمائی، پھر دوسرے ایک آدمی کو دیکھا جس کی شلوار پرانی اور پھٹی ہوئی تھی، تو آپ نے چادر سے

تہہ بند باندھ کر شلو اور دوسرے آدمی کو نذر کر دی۔

حافظ صاحب کا کمال استغناء :

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادے حافظ غلام الدین صاحب نے دو بسترے بنا لیے، تاکہ مہمانوں کے کام آجائے۔ حافظ صاحب نے جب یہ دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے ان پر تقسیم کیا اور فرمایا کہ میں ان چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

منہ تلاوت قرآن سے میٹھا ہے :

حضرت حافظ صاحب کی ساری زندگی کا مشغلہ تلاوت قرآن پاک تھا، سرفراز حضرت، شب و روز میں تلاوت قرآن مجید کرتے اور جب تلاوت سے فارغ ہو جاتے، تو پھر کوئی چیز نہ کھاتے اور فرماتے کہ میرا منہ قرآن مجید کی تلاوت سے اب تک میٹھا ہے، اب کچھ نہیں کھاتا، پھر کافی دیر بعد کھانا کھاتے۔



متفرقات

ارے بھائی کوئی ہے ؟

مولانا عبد اللہ صاحب دھر کوئی بیان کرتے ہیں کہ :

”ایک دفعہ لاہور میں صوفی عبد الحمید صاحب کی کوٹھی پر حضرت والا (حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری) قیام پذیر تھے، دو پہر کا وقت تھا اور سب لوگ سو رہے تھے، میں ساتھ کمرہ میں تھا، حضرت چار پائی پر آرام فرما رہے تھے، لیکن بیدار تھے اور سب خدام سو رہے تھے۔ ایک نووارد آئے حضرت سے ملے اور کچھ نذرانہ پیش کر کے رخصت ہو گئے۔ حضرت نے ان کے جانے کے بعد فرمایا ”ارے بھائی کوئی ہے“۔ چونکہ سب خدام سوئے ہوئے تھے صرف ایک صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے حضرت کی بات کا جواب دیا فرمایا یہاں آؤں یہ دیکھو کیا ہے؟ انہوں نے دیکھ کر بتلایا کہ حضرت مبلغ سات سو پینتیس روپے (۷۳۵) ہیں۔ اچھا ان کو جیب میں ڈال لو، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے ضرورت نہیں ہے۔ مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے اور میں اس کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہوا، فرمایا ”اجی! بس ڈال بھی لو کہیں کام

آجائیں گے۔ (سوانح مولانا مہد القادر رائے پوری)

فکر معاش کے بغیر خدمت دین :

مولانا محمد احمد صاحب کے بارے میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان راوی ہیں کہ :

”ایک مرتبہ چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف مسعود صاحب مدرسہ میں تشریف لائے اور اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ طلبہ کو کوئی ہنر بھی سکھایا جانا چاہیے۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہم تو اس حصول معاش کے تصور ہی کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور ہم تو چاہتے ہیں کہ طالب علم صرف اللہ کے دین کا سپاہی بنے اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو اور اللہ پر اس کا یقین و اعتماد ہو کہ معاش کی فکر کے بغیر بھی اللہ کے دین کی خدمت کرے۔“

(خصوصی نمبر ص ۲۳۳)

مولانا محمد منیر کا تقویٰ :

حضرت مولانا محمد منیر صاحب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لئے دہلی آئے۔ اتفاق سے روپے چوری ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور مکان پر آ کر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیچ کی اور ڈھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی، انہوں نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور

روپیہ بلا تعدی ضائع ہوا ہے۔ اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھلایا۔ مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ :

”کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں، اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے۔ جاؤ لے جاؤ اس فتوے کو، میں ہرگز روپیہ نہ لوں گا۔“ (اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات ص: ۳۱۴)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا تنخواہ لینے سے انکار :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا راوی ہیں کہ :

”حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد مظاہر العلوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا سہارنپوری نے مدرسہ سے تنخواہ لینے پہ تحریر فرما کر انکار کر دیا تھا کہ : ”میں اپنے ضعف کی وجہ سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرسہ سے زیادہ کام کرتے تھے، اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا اس لئے تنخواہ قبول کرنے سے معذور ہوں۔“

حضرت شاہ محمد اسحاق کے گھر کئی دن فاقہ تھا :

حضرت قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی "بھی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ صاحب بالعموم یہ فرمایا کرتے کہ :
"کھانا میرے ساتھ کھانا۔"

لیکن جب حضرت کے ہندوستان سے ہجرت فرما جانے کے بعد جب قاری صاحب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت نے اس مرتبہ بالکل خلاف معمول قاری صاحب سے کھانے کے لئے نہ پوچھا، مگر ویسے نہایت تپاک اور محبت سے ملے۔ قاری صاحب کے دل میں خیال آیا کہ آج حضرت شاہ صاحب نے کھانے کے لئے نہ فرمایا، حالانکہ ہندوستان سے چل کر ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچے تھے۔ تاہم خاموش رہے اور خیال کر لیا کہ کوئی خاص وجہ ہوگی۔

ہندوستان سے چلتے وقت نواب صاحب باندہ نے حضرت شاہ صاحب کی نذر کے لئے ایک ہزار روپے قاری صاحب کو دیے تھے جب قاری صاحب نے وہ رقم حضرت کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے قبول فرمانے کے بعد قاری صاحب سے ارشاد فرمایا ! آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں۔ اس بات پر قاری صاحب کو اور بھی تعجب ہوا کہ روپے دینے سے پہلے تو کھانے کا نہ پوچھا مگر روپے دیتے ہی کھانے کے لئے ارشاد فرمایا، اس کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔

اور وہ یہ کہ ! جب قاری صاحب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت کئی دن سے حضرت کے ہاں فاقہ تھا اور کھانے کے لئے گھر میں کچھ بھی نہ تھا اس لئے حضرت شاہ صاحب نے کھانے کے لئے شروع میں نہ فرمایا جب قاری صاحب نے رقم پیش کر دی

اور کھانے کا انتظام ہو گیا تو اس وقت معمول کے مطابق قاری صاحب کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کی عزت بخشی۔" (سات ستارے ص ۲۵)

میں ڈیڑھ سو ہی لوں گا :

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی الہا جردنیؒ نے ارشاد فرمایا: کہ علامہ حضرت محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کو میں نے تنخواہ لیتے وقت روتے دیکھا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ :

"ہم میں اخلاص ہوتا تو (دارالعلوم میں) بڑا تنخواہ پڑھاتے۔"

مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے حضرت شاہ صاحب کو دو سو روپے تنخواہ دینے پر اصرار تھا اور ادھر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "میں ڈیڑھ سو ہی لوں گا۔" (زیادہ تنخواہ نہیں لیتا) بالآخر فیصلہ پونے دو سو پر ہوا۔ (نند گویا ص ۹۱)

حضرت مولانا علی میاںؒ کا مثالی زہد :

اسی دور میں ایک ایسی شخصیت کا کردار بھی سامنے آیا، جس کے لئے اللہ نے دنیوی ترقی کے تمام ذرائع پوری طرح کھول دیے تھے، مگر اس شخصیت نے اپنے علمی وقار کے آگے دنیا کی چمک دمک کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہ ذات تھی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی جو اپنے وقت میں عالم اسلام کے مقبول ترین علماء میں تھے، بالخصوص عالم عرب کے بڑے بڑے امراء اور حکمران آپ کے معتقد تھے، اگر آپ چاہتے تو اپنے اور اپنے اہل خاندان کے لئے مال و دولت کے ذخیرہ لگا لیتے، مگر آپ نے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے پوری بے نیازی اور استغناء کے ساتھ حیات طیبہ گزاری، آپ کو کئی بار لاکھوں روپے پر مشتمل ایوارڈ سے نوازا گیا، مگر آپ نے یہ خطیر رقومات اپنی ذات

کے بجائے علمی اور دینی اداروں اور مستحقین پر خرچ فرمادی۔ (اللہ والوں کی قبولیت کا راز ص: ۸۹)

تعلقات کے باوجود صفتِ استغناء پر کبھی حرف نہ آنے دیا :

فقہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو کانپور کے زمانہ قیام کے دوران صرف ستر (۷۰) روپے تنخواہ ملتی تھی۔ جن میں سے ساٹھ (۶۰) روپے گھر بھیجتے تھے اور صرف دس روپے میں اپنا مہینہ بھر کا خرچ چلاتے تھے، یہ حال اس وقت تھا جبکہ آپ کا کانپور کے ہر طبقہ میں اعزاز و احترام کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے سرمایہ آپ سے متاثر تھے لیکن آپ نے ان سب تعلقات کے باوجود اپنی صفتِ استغناء پر کبھی حرف نہ آنے دیا، آخری وقت تک آپ کے زہد و استغناء کا یہ حال رہا، آپ کے ترکہ میں شاید کتابوں کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر سامان یا جائیداد وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (اللہ والوں کی قبولیت کا راز ص: ۸۷)

جیب میں کوئی پیسہ نہ تھا :

ایک دفعہ حضرت خواجہ عبدالملک صدیقیؒ تبلیغی سفر سے چھ ماہ بعد گھر واپس تشریف لائے۔ اہلیہ نے خوشی میں سویاں پکائیں۔ شکر ختم ہو گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ کچھ رقم عنایت فرمائیں تو شکر مچا لوں۔ حضرت کی جیب میں کوئی پیسہ نہیں تھا فرمایا نمک ملا دو چنانچہ حضرت نے نمک ملا کر سویاں کھالیں۔ سبحان اللہ یوں دین کا کام کرتے تھے پاک و ہند کا مرشد چھ مہینے لاکھوں مریدین میں تبلیغی سفر کے بعد واپس گھر آئے تو نمک ملا کر سویاں کھانی پڑیں۔ (اکابر کے ایمان افروز واقعات)

کوئی صاحب مجھے ذاتی طور پر ہدیہ پیش نہ کریں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی افریقہ تشریف لے گئے، وہاں لوگوں نے مختلف ہدیے تحفے لانے شروع کئے اور دارالعلوم کے چندے کی

بھی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے یہ عام اعلان فرمادیا کہ :

”میں یہاں دین کی کچھ باتیں سنانے کے لئے آیا ہوں، سب حضرات اس کے سننے کی طرف متوجہ ہو، کوئی صاحب مجھے ذاتی طور پر کوئی ہدیہ پیش کریں، اور نہ دارالعلوم کے لئے یہاں چندہ دیں جو صاحب دارالعلوم کی اعانت کرنا چاہتے ہیں وہ براہ راست اپنی رقم دارالعلوم کراچی کے پتے پر ارسال فرمادیں۔“

چنانچہ تقریباً دو ماہ کے اس سفر میں آپ نے ان باتوں پر سختی کے ساتھ عمل فرمایا اور چند انتہائی بے تکلف حضرات کے سوا جن سے آپ کے دیرینہ مراسم تھے، نہ کسی سے کوئی ہدیہ قبول کیا اور نہ دارالعلوم کے لئے چندہ وصول فرمایا۔ (میرے والد میرے شیخ ص: ۱۶۶)

فورا میرے پیر پکڑ لئے :

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا واقعہ ہے جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے آپ جی (نمبر ۶ ص: ۲۰۰) میں لکھی ہے کہ مولانا لطیف الرحمن سے راوی ہے کہ میں ایک مرتبہ پیالہ لیکر حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے دولت کدہ پر گیا حضرت کے منتظم حاجی مقبول صاحب آئے میں نے ان سے کہا کہ مطبخ کی دال کھائی نہیں جاتی تھوڑا سا سالن دیدیجیے، انہوں نے جواب دیا آج تو سالن نہیں ہے، میں نے کہا کہ حضرت کے سالن میں سے دیدو، انہوں نے جواب دیا حضرت کا سالن بھی نہیں، آج گھر میں فاقہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اچھا میں بازار سے حضرت کے لئے کچھ لے آؤں۔ اس پر انہوں نے فوراً میرے پیر پکڑ لئے کہ اللہ کے واسطے ایسا نہ کرنا ورنہ میری آفت آجائے گی کہ گھر کا راز کیوں ظاہر کیا لیکن جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو عمد و لباس میں تاکہ کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ ہو،

گھر میں فاقہ ہے۔

پتے اُبال کر کھایا کرتے :

حضرت مولانا محمد انور بن اختر دامت برکاتہم اپنے مایہ ناز کتاب ”اکابر سن دیوبند کے ایمان افروز واقعات“ میں رقمطراز ہیں کہ :

”زمانہ طالب علمی میں ایک طالب علم نے احقر سے شافیہ پڑھنے کا اصرار کیا، ان کے اصرار پر شروع کر دیا، اس طالب علم کا یہ حال تھا کہ مدرسہ کی تعطیل کے زمانے وہ مزدوری کر لیتا تھا، جب تک پیسے رہتے تھے، ان سے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتا تھا، جب ختم ہو جاتے تو کسی سے سوال نہیں کرتا تھا، جب بہت بھوک لگتی تو سبزی منڈی میں شام کے وقت جا کر وہاں جو پتے پڑے ہوتے ان کو لاتا اور اُبال کر نمک ڈال کر کھا لیتا، احقر نے بہت چاہا کہ ساتھ ہی کھانا کھالیا کرے، مگر اس نے منظور نہ کیا، کبھی کبھی شریک بھی ہو جاتا۔

تقویٰ کی انوکھی مثال :

استاذ محترم مولانا سلیم بہادر ماکانوی فرماتے ہیں کہ مولانا شبیر احمد حامد حصاروی زیدہ مجیدہ اپنے والد ماجد مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل دیوبند کے زمانہ طالب علمی کا واقعہ سناتے ہیں کہ مولانا محمد موسیٰ صاحب فرماتے تھے کہ :

”جب ہم دارالعلوم دیوبند پڑھتے تھے تو ہم کچھ طالب علموں کے کھانے کا انتظام دارالعلوم کی طرف سے نہیں تھا اور ہمارا قیام بھی دارالعلوم سے باہر دیوبند کی ایک مسجد میں تھا۔ ایک دو دن سے بھوکے تھے، ایک روز ہم

مسجد میں بیٹھے تھرار کر رہے تھے کہ کسی شخص نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک ساتھی گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا، ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ دروازہ پر آنے والا کون شخص تھا اور کیا بات تھی؟ تو اس طالب علم ساتھی نے بتلایا کہ ایک شخص مٹھائی کا بڑا تھا لایا تھا اور اس نے کہا کہ اس پر ختم پڑھ لو اور کھالو تو میں نے کہا کہ واپس لے جاؤ، ہم یہ ختم پڑھنے والا کام نہیں کرتے۔ اس پر مولانا محمد موسیٰ صاحب نے فرمایا کہ ہم میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ لے لیتے، اتنے دنوں سے ہم بھوکے ہیں، ہمارے لئے تو لینا اور کھانا مباح تھا۔ بات سنی اور تھرار و مطالعہ اور اپنے علمی کام میں لگ گئے۔“

تینوں فٹ پاتھ پر سو گئے :

مولانا فضل حق راوی ہیں کہ :

”ایک مرتبہ میں اور مولانا عبدالسلام حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے ساتھ آرہے تھے، رات کو جہانگیرہ پہنچے، بھوک بھی لگی تھی، پیسے بھی ساتھ نہ تھے، ہم تینوں فٹ پاتھ پر سو گئے، صبح ہوتے ہی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ”جلدی کرو اب لوگ آ کر کہیں گے کہ یہ لوگ یہاں کیا کرتے ہیں؟“ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ چلو جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے جمع کرو، چار انہ میرے پاس تھے، اس کو میں نے نسوار کے لئے رکھے تھے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ ”خالی پیٹ نسوار کیا کرو گے؟ ایک روپیہ مولانا عبدالرحیم کے پاس تھا، اور دو ڈھائی روپے حضرت شیخ کے پاس سب کو

جمع کر کے مردان تک کرایہ پورا ہوا، لہذا جب مردان پہنچے تو گاڑی والے کو بتایا کہ کرایہ رستم میں دیں گے۔ رستم میں ان کو کرایہ دے کر رخصت فرمایا اور سوکھی روٹی کھا کر گزارہ کیا۔

رائے پور کی خانقاہ کا زمانہ عسرونگی :

رائے پور کی خانقاہ کا شروع کا زمانہ بڑے عسرونگی کا تھا۔ طالبین کو بڑے سخت مجاہدے سے گزرنا پڑتا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے تھے کہ :

”مسلل و سل سال ایسے گزرے ہیں کہ ہم لوگوں کو جو طالبین کی حیثیت سے خانقاہ میں رہتے تھے، ایک دن میں صرف ایک روٹی مکئی کی مٹی تھی اور وہ بھی درمیان سے بالکل کچی ہوتی تھی۔ جو صاحب پکانے والے تھے، انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ روٹی کچی یا نہیں کچی۔ سالن یا دال ترکاری کا کوئی سوال ہی نہ تھا، گاہوں سے کسی دن چھاچھ آجاتی تھی تو کھانے پینے کے لحاظ سے ہم خانقاہ والوں کے لئے گویا وہ عید کا دن ہوتا۔“

مزید فرمایا کرتے کہ :

”اس (یوپی) کے علاقہ کے ہمارے ساتھی تو وہی ایک روٹی آدمی آدمی کر کے دونوں وقت کھاتے لیکن میں پنجاب کا رہنے والا تھا، اس لئے ایک ہی وقت میں کھا لیتا تھا اور دوسرے وقت میں بس اللہ کا نام۔“

(الفرقان لکھنؤ، ج ۱، ص ۴۴)

اللہ کا دیا سب موجود ہے :

مرشد العظام، حضرت مولانا خولجہ خان محمد صاحب مدظلہ خانقاہ سراہہ کندیال

فرماتے ہیں :

”تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ایک بار مجھے اپنے ذرائع سے معلوم ہوا کہ مفتی محمود صاحب بے حد مالی مشکلات سے دوچار ہیں۔ میں ان سے سہالہ میں ملنے کے لئے اکثر جاتا رہتا تھا لیکن انہوں نے مجھے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ان کا ہاتھ تنگ ہے، جب مجھے حالات کا علم ہوا تو میں جاتے وقت کچھ پیسے بھی ساتھ لے گیا، میں نے مفتی صاحب کو یہ بتائے بغیر رقم دینے کی کوشش کی کہ مجھے ان کے حالات کا علم ہے، لیکن انہوں نے کچھ لینے سے یکسر انکار کر دیا۔ وہ میرے اصرار پر یہی کہتے رہے کہ :

”اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔“

میں نے اپنی سی بہتری کوشش کی کہ انہیں وہ رقم دینے میں کامیاب ہو جاؤں، لیکن انہوں نے میری ایک نہ چلنے دی۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے، آخر کار مجبور ہو کر وہ رقم میں ان کے تکیہ کے نیچے چھوڑ آیا۔ (قومی ڈائجسٹ ص ۱۱۴)

آج پیسے آئے تو خط لکھ رہا ہوں :

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا واقعہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں کہ :

”ان کا نظام الدین سے خط آیا کہ کئی دن سے تمہیں ایک ضروری خط لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں، مگر میرے پاس پیسہ نہیں تھا اور محض خط کے واسطے قرض لینے کو جی نہ چاہا، آج پیسے آئے تو کارڈ لکھ رہا ہوں۔“ اس زمانہ میں کارڈ دو پیسے میں آتا تھا۔

(اکابر علماء و روحانہ جامع شریعت کی روشنی میں ص ۵۴)

جی نہیں چاہتا کہ موت آئے اور ملک میں پیسہ ہو :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اپنے والد محمد یحییٰ کا ندھلوی کا واقعہ لکھتے ہیں کہ والد کے انتقال کے بعد کئی سال تک لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے رہے کہ مولانا مرحوم نے اتنے نسخے بھشتی زیور کے دیئے تھے، بک تو اسی وقت گئے تھے، مگر دام بھیجنے میں تساہل ہوا، اب بھیجتا ہوں۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ اس وقت نو پیسے بھیجنے میں ہمیں تساہل ہوا، اور اب اتنی گنجائش نہیں، معاف کر دے اور اس کے ساتھ ہی میرے والد صاحب کا معمول تھا کہ رات کو اپنے پاس پیسہ نہیں رکھتے تھے، اگر روپیہ یا اس سے زائد ہوا تو کسی قرض خواہ کو دیدیا اور کم ہوا تو بچوں کو دیدیا اور یوں فرمایا کرتے کہ :

”میرا جی نہیں چاہتا کہ رات کو اگر موت آجائے تو میری ملک میں کوئی

پیسہ ہو۔“ (اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۵۸)

ٹوپیاں بن کر تحصیل علم کرتے رہے :

ابوصغیفہ ہند مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ :

”جب آپ مراد آباد کے مدرسہ میں قیام پذیر تھے کھانے کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا، تعلیم کے دیگر اخراجات آپ خود ہی برداشت کرتے تھے۔ آپ کے والد نادار تھے، اس لئے وہ تعلیم کے پورے اخراجات برداشت نہ کر سکتے تھے اور دوسروں کے عطیات سے طبعاً نفرت تھی۔ تحصیل علم کے تمام زمانہ میں کسی مسجد میں قیام نہیں کیا۔ اپنی طالب علمی کے دوران میں تاگے (دھاگے) کی ٹوپیاں کروشیا سے بنتے تھے اور فروخت کرتے تھے، بہت عمدہ مختلف رنگ کے ریشمی پھول بناوٹ میں ہوتے تھے۔ دو تین روز میں ایک ٹوپی تیار ہوتی تھی۔ دو روپے میں فروخت ہوتی تھی اور اسی طریقے سے آپ اپنا گذارا

کرتے تھے۔ (ماہنامہ القاسم کا مفتی کفایت اللہ نمبر ص ۳۰)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی فقر و فاقہ اور صبر :

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے یہاں جب متصل تین تین دن تک فقر و فاقہ ہوتا، تو بیوی کہتی کہ : ”حضرت اب تو صبر نہیں ہو سکتا۔“ آپ فرماتے کہ : ”ہمارے لئے جنت میں کھانے تیار ہو رہے ہیں، ذرا اور صبر کرو، ان شاء اللہ بہت ہی جلد اس نعمت سے مالا مال ہوں گے۔“

اللہ اکبر! بیوی بھی خدا کی بندی ایسی شا کرہ و صابرہ تھیں کہ جنت کے ادھار پر رضا مند ہو کر خاموش ہو جاتیں۔ (اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی ص ۳۶۳)

حضرت میاں جی نور محمدؒ کا زہد اور ذکر اللہ سے محبت :

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے شیخ حضرت میاں جی نور محمدؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ :

”جب بازار جاتے تو اپنے ساتھ پیسوں کی ایک تھیلی رکھ لیتے، جب کسی دکان سے چیز خریدتے تو وہ تھیلی دکاندار کو دے دیتے اور اس سے فرماتے کہ اس تھیلی میں سے اپنے پیسے لے لو۔ ان کا خیال تھا کہ کون تھیلی میں سے پیسے نکال کر اس کو گھننے کے چکر میں پڑے، اتنی دیر میں دس مرتبہ ”سبحان اللہ“ یا دس مرتبہ ”الحمد للہ“ کہہ لیں گے، اتنا وقت کیوں پیسے گھننے میں صرف کیا جائے۔“

مجھے تنخواہ میں اضافہ منظور نہیں :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود حسن صاحب کی تنخواہ دارالعلوم نے پچاس روپے سے

کچھ بڑھادی۔ معلوم نہیں پانچ سات روپے یا کتنے بڑھائے ہوں گے۔ انہوں نے آکر معذرت کی اور کہا کہ میں تو خدا کے ہاں پچاس کے حساب سے بھی ڈرتا ہوں۔ مجھے اور تنخواہ نہیں چاہئے۔ میں اسی کا حساب نہیں دے سکتا۔ تنخواہ اور بڑھا کر میں کہاں جھیلے میں پڑوں گا، مجھے نہیں چاہئے، مجھے وہی تنخواہ کافی ہے۔

یہ دنیا میرے گھر میں نہیں رہے گی :

جب حضرت شیخ الہند کی شادی ہوئی تو پہلی رات میں اپنی بیوی سے یہ کہا کہ :
”اگر یہ زیورات رکھتے ہیں تو میری تمہاری نہیں بچے گی، یہ دنیا میرے گھر میں نہیں رہے گی“ اور مرحوم نے یہ کہا کہ ”یہ حاضر ہیں، جہاں جی چاہے آپ خیرات کر دیجئے یا جودل چاہے کیجئے۔“

اس محنت سے نجات ہو جائے گی :

حضرت مولانا امجد حسین صاحب کا مکان کچی مٹی کا تھا، ہر سال برسات کے دنوں میں لپائی کی جاتی، اس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے حضرت میاں صاحب سے کہا :

”حضرت آپ جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں اگر ایک

مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کر لیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لئے اس محنت سے نجات ہو جائے گی۔“ یہ

سن کر فرمایا : ”ماشاء اللہ! بات تو عقل کی کہی، ہم بوڑھے ہو گئے، ادھر دھیان ہی نہ گیا۔“ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا : ”میرے پڑوس میں سب

غریبوں کے کچے مکان ہیں، اگر میں اپنا مکان پکا بنا لوں تو غریب

پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان کچے بنواؤں۔“ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہ کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان کچے نہیں بن گئے۔

(اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی ص ۹۷)

مفتی محمد شفیع اور ایک سرمایہ دار کے گھمنڈ کا واقعہ :

صدر ایوب خان کی صدارت کا زمانہ تھا اور انکشن ہو رہے تھے۔ اس انکشن میں ایک بہت بڑے سرمایہ دار دولت مند بھی کھڑے ہو گئے۔ ان کے حلقے میں ”لبیلہ“ بھی آ گیا، جہاں ان دنوں مفتی محمد شفیع صاحب کا مکان وہاں تھا۔ حضرت مفتی صاحب کا علاقے میں ایک اثر تھا، اس لئے ان کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ حضرت مفتی صاحب کے پاس جا کر حمایت حاصل کی جائے۔ چنانچہ ایک دن وہ سرمایہ دار صاحب اپنے پورے لشکر کے ساتھ گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے اور گھنٹی بجائی، مفتی محمد تقی صاحب دروازے پر گئے اور ملاقات کی تو انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں فلاں ہوں اور اس انداز سے اپنا نام بتایا کہ اس کا خیال تھا کہ میرا نام سنتے ہی کہا جائے گا کہ فرمائیے کیا بات ہے؟ پھر دوبارہ کہا کہ میں فلاں ہوں اور مفتی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ مفتی محمد تقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ وقت مفتی صاحب سے ملنے کا نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر چہرہ دیکھنے کے قابل تھا کہ میں کسی کے گھر پر جاؤں اور وہ یہ کہہ دے کہ یہ ملنے کا وقت نہیں ہے، اس نے پھر کہا کہ میں اتنی دور سے ملاقات کے لئے آیا ہوں، میں نے کہا کہ آنے سے پہلے آپ کو چاہئے تھا کہ وقت معلوم کر لیتے کہ ملاقات کے اوقات کیا ہیں۔

بہر حال! وہ سچ پا ہوا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں مفتی صاحب سے شکایت کروں گا، آپ نے میرے ساتھ بداخلاقی کی ہے۔

هذا شفاء للناس

مجربات گستونی

مہلک بیماریوں کا روحانی علاج

مؤلف: حضرت مولانا امین الحق صاحب گستونی

کینسر بلڈ پریشر فالج شوگر امراض گردہ امراض قلب جنات اور جادو
توڑنے وغیرہ کے مجرب اعمال۔

ناشر:

خانقاہ گستویہ

ضلع ٹوبہ بلوچستان

میں نے کہا کہ جب آپ ملاقات کے لئے تشریف لائیں تو شکایت کر دیجئے گا۔ چنانچہ پھر اس نے وقت لیا اور دوبارہ ملاقات کے لئے آیا۔ اس وقت اس نے آکر شکایت بھی کی کہ میں پچھلی مرتبہ بھی آیا تھا لیکن ملاقات نہیں ہوئی اور پھر پیکش کی کہ آپ کا دارالعلوم کہاں ہے؟ میں دارالعلوم میں یہ بنواؤں گا اور وہ بنواؤں گا۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، الحمد للہ اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان ایک ایک دو دروہ پیہ جو چندہ دیتے ہیں اس سے کام چل جاتا ہے اور اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ بڑا ہی ناکام اور نامراد ہو کر واپس چلا گیا۔

بہر حال اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ میرا نام سن کر اس پر لرزہ طاری ہو جائے گا جبکہ اس قسم کی کیفیت خود اس پر طاری ہوئی۔ (اللہ والوں کی دنیا سے بے رشتی ص ۴۹۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆